شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
(ظفر علی خان)

بانیٔ دارالعلوم دیوبند

تالیف

ایشیا میں سب سے بڑی

اسلامی یونیورسٹی

اور

بانیِ دارالعلوم دیوبند

کا اجمالی تعارف

جس میں بانیِ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی زندگی کے ضروری حالات علمی خدمات اور عشقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عمدہ جذبات کا باحوالہ تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب، جہادِ ۱۸۵۷ء میں مسلمان مجاہدوں کے کارنامے، انگریز کے عزائم اور پادریوں اور آریوں کے فتنوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور حضرت نانوتوی پر عاید کیے گئے بعض سنگین الزامات مثلاً یہ کہ آپ ختمِ نبوت زمانی کے منکر تھے (معاذ اللہ) اور یہ کہ اُمتی نبی سے اعمال میں مطلقاً بڑھ جاتے ہیں، وغیرہ باتوں کے مفصل اور مسکت جوابات خود ان کی اپنی عبارات سے پیش کیے گئے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

از:۔ ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (پاکستان)

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾
طبع ششم مارچ ۲۰۰۷ء

نام کتاب .... بانی دارالعلوم دیوبند
تالیف .... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
تعداد .... گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت .... ۲۱/- (اکیس) روپے
مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
☆ دارالکتاب اردو بازار لاہور
☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور
☆ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی
☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا اَعْطَیْتَنَا بِمَنِّکَ وَفَضْلِکَ مِنَ النِّعَمِ الظَّاھِرَۃِ وَالْبَاطِنَۃِ وَاَلْھَمْتَنَا بِعَمِیْمِ اِحْسَانِکَ تَصْدِیْقَ التَّوْحِیْدِ وَالرِّسَالَۃِ وَالْمَعَادِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَقَائِدِ غُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَہٗ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَھُمُ الَّذِیْنَ بَذَلُوْا اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لِاِقَامَۃِ الدِّیْنِ۔ اَمَّا بَعْدُ

سُخنِ ضروری

جب سے دنیا کا نظام چل رہا ہے ٹھیک اُسی وقت سے حق اور باطل کی آویزش بھی بدستور جاری ہے، کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں حق کے مقابلہ میں باطل یا باطل کو صفحۂ ہستی سے ناپید کرنے کے لیے حق اور حق پرست نہ کھڑے ہوئے ہوں اور جب تک یہ جہان باقی ہے اس وقت تک یہ سلسلہ جاری ہی رہے گا، اور کبھی اختلاف مٹ نہیں سکتا۔ اور تکوینی طور پر بھی اس کی بلاشک کئی حکمتیں اور مصلحتیں ہوں گی۔ ہم کیا اور ان مصالح کی تہ رسی کیا؟ مشہور ہے کہ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا شاید اسی کی طرف ذوقؔ نے اشارہ کیا ہے کہ ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

انگریز کے منحوس دور میں بعض فرقوں کی طرف سے اکابر علماء دیوبند کو عوام الناس کی نظروں میں (معاذ اللہ) حقیر و ذلیل کرنے کے لیے کئی بے خطا ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے اور ان کے خلاف بڑا شور و ہنگامہ برپا کیا جاتا تھا، کبھی ان کو اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام کی توہین کرنے والے ثابت کیا جاتا تھا (معاذ اللہ) حالانکہ اس بے بنیاد الزام سے ان کا دامن قطعاً پاک تھا اور ہے، اور کبھی یہ کہ یہ کانگرسی ہیں اور ہندوؤں کے ہمنوا ہیں۔ حالانکہ ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں ایک وقت تک وہ حضرات بھی کانگرس میں رہے جو بانیانِ پاکستان میں اہم کردار کے مالک ہیں بخصوصیت سے قائد اعظم مرحوم، لیاقت علی خاں مرحوم، سردار نشتر صاحب مرحوم اور خان عبدالقیوم خان صاحب وغیرہ وغیرہ مگر بے شمار حضرات اکابر علماء دیوبند میں بھی اوّل سے آخر تک کانگرس کے مخالف رہے اور مسلم لیگ کے پُر زور حامی رہے۔ مثلاً مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ (المتوفی ۱۳۶۲ھ) اور آپ کے جملہ مریدین اور عقیدت مند حضرات اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) اور آپ کے سینکڑوں شاگرد و علیٰ ہذالقیاس مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم کراچوی اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈو الہ یار (جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے بھانجے ہیں) اور خطیب پاکستان حضرت

مولانا حافظ محمد احتشام الحق صاحب تھانویؒ اور حضرت شیخ کامل مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ خلیفۂ اعظم حضرت تھانویؒ اور حضرت شیخ کامل مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق وزیر معارف قلات وحال پروفیسر جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مانسہرویؒ (المتوفی ۱۳۸۲ھ) اور ان کے علاوہ اور بھی کئی حضرات جو تن من دھن سے قیام پاکستان کے حامی تھے۔ لہٰذا سب اکابر علماء دیوبند کو پاکستان کا مخالف قرار دیکر اور یوں دل کی بھڑاس نکالنا بالکل غلط تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کئی سال تک یہ فتنہ دبا رہا لیکن پچھلے دنوں فیصل آباد میں میلاد شریف کے نام سے پھر اس کی ابتداء ہوئی جس کا جناب آغا شورش صاحب کاشمیری مدیر چٹان نے تقریراً و تحریراً جواب دیا، جن کے خلاف بہت سے رسالے اور اخبار ہاتھ دھو کر پڑ گئے اور بعض مقررین حضرات کی زبانیں ان دنوں ایسی تیز ہو گئی تھیں جیسے کہ ابھی وہ سان پہ چڑھا کر لائے ہیں، اس لیے ہم نے ان تمام ناگفتہ بہ بحثوں میں اُلجھے بغیر دارالعلوم دیوبند کی دینی، علمی، سیاسی، ثقافتی اور روحانی خدمات اور نہایت اختصار سے اس کے بانی کی سوانح عرض کی ہے اور ان پر کیے گئے سنگین الزامات کے خود انہی کی عبارات سے جوابات عرض کیے ہیں۔ منصف مزاج حضرات کے لیے انشاء اللہ یہ کتاب نہایت ہی مفید ثابت ہو گی۔

بانیٔ دارالعلوم دیوبند

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم الصدیقی النانوتویؒ بن شیخ اسد علی بن شیخ غلام شاہ

آپ سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل اور اولاد میں تھے اور ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۲ء کو قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ یہ قصبہ دیو بند سے بارہ کوس مغرب میں سہارن پور سے پندرہ کوس جنوب میں گنگوہ سے نو کوس مشرق میں اور دہلی سے ساٹھ کوس شمال میں واقع ہے۔ آپ کے والد بزرگوار تعلیم سے چنداں بہرہ ور نہ تھے، صرف ایک معمولی زمیندار تھے البتہ بزرگوں کی نیک صحبت سے ضرور متاثر تھے، اور دین سے کافی لگاؤ تھا۔

حضرت نانوتویؒ نے اکثر کتابیں حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ (المتوفی ۱۲۶۷ھ) سے پڑھی تھیں جو اپنے وقت کے ٹھوس مدرس متبحر عالم اور مختلف علوم و فنون کی کامل مہارت رکھنے والے شفیق اُستاد تھے، ربِ ذوالمنن نے حضرت نانوتویؒ کو ابتداء ہی سے بڑی ذہانت اور عمدہ فطانت کی دولتِ عظیمہ سے وافر حصّہ مرحمت فرمایا تھا، جب جملہ علوم و فنون کی تعلیم مکمل کر چکے تو آخر میں حضرت مولانا قطب الارشاد رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کے ساتھ مل کر رأس الاتقیاء شیخ وقت، محدّث کامل اور یکتائے روزگار حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب مجدّدی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۹۵ھ) سے حدیث شریف کا دورہ پڑھا اور اسی زمانے میں دونوں بزرگوں نے وقت کے رئیس الاولیاء مجاہد کبیر، عالم باعمل مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۱۷ھ) سے بیعت کر کے سلوک کی راہ اختیار کی اور ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم اور تصوف و ورع میں بھی وہ مقام حاصل کیا جو اُن کے زمانہ میں انہیں کے لیے واہبِ حقیقی نے مخصوص کر رکھا تھا جن کے ذریعہ سینکڑوں حضرات کو روحانی فیض بھی حاصل ہوا

اور تزکیۂ نفس کے وہ اعلیٰ مراتب بھی قادرِ مطلق نے انہی کی بدولت مرحمت فرمائے جو اس دور میں بہت کم کسی اور کو حاصل اور نصیب ہوئے ہوں گے سچ ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایامِ طالب علمی میں خواب

حضرت نانوتویؒ نے طلبِ علم کے زمانہ میں بہت سے خواب دیکھے تھے جو آنے والے دور میں ان کی دینی خدمات اور رفعِ درجات کی طرف مُشیر اور ربِّ قدیر کی طرف سے بُشریٰ اور خوشخبری تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (المتوفی فی حدود ۱۳۰۰ھ) جو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے قریبی رشتہ دار ہم وطن، رفیقِ درس، اُستاد زادہ، بعض کتابوں میں شاگرد، ہم زلف اور پیر بھائی تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ۔

"ایامِ طالب علمی میں مولوی (محمد قاسم) صاحبؒ نے ایک اور خواب دیکھا کہ میں خانۂ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں، جناب والد صاحبؒ (یعنی حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ) سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم سے علمِ دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔"

(سوانح مولانا محمد قاسم صاحبؒ ص۹، یہ واقعہ ارواحِ ثلاثہ ص۲۰۴ میں بھی منقول ہے)

اس میں ذرّہ برابر شک و شبہ نہیں کہ دار العلوم دیوبند اور اس کی دیگر سینکڑوں شاخوں سے قرآن و حدیث، فقہ اور علمِ دین کی جو نشر و اشاعت ہوئی اس صدی کے اندر

تمام جہان میں اس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے، بلاشبہ قاہرہ یونیورسٹی صدیوں سے
حکومتِ مصر کے زیر سایہ دین اور علم دین کی خدمت انجام دے رہی ہے۔ مگر صورت و
سیرت، گفتار و کردار، ظاہر اور باطن کے اعتبار سے علم و عمل کا جو نمونہ مادرِ علوم دار العلوم
دیوبند اور اس کی شاخوں نے قائم کیا ہے، وہ اِس دَورِ انحطاط میں کہیں بھی نہیں مل سکتا۔
دار العلوم دیوبند اور اس کی قائم کردہ (یا اس کے نمونہ اور اس کے نقشہ پر قائم کردہ) شاخوں
میں ہزاروں جیّد اور ربّانی علمار کرام اور صوفیا رعظام پیدا ہوئے جن کی بدولت ربّ العزّت
نے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو توحید و سنّت کا داعی اور شیدائی بننے کا شرف عطا فرمایا
اور علم ظاہری کے علاوہ جس طرح لوگوں کے دلوں کو ان سے صفائی اور روشنی نصیب ہوئی
اور شرک و بدعت، حسد و تکبّر اور اتباع ہوا سے ان کو جس طرح کا چھٹکارا حاصل ہوا وہ
کسی منصف مزاج اور ہوشمند مسلمان سے اوجھل نہیں ہے ایک طرف تو ان اکابر
کے قائم کردہ اسلامی مدارس سے سینکڑوں ثقہ مدرس، بہترین مبلغ، عمدہ ترین مناظر،
اعلیٰ مصنف، نڈر مجاہد، بیباک سیاستدان اور محقق پروفیسر تیار ہوئے جو اپنے اپنے
میدان اور فن میں گوئے سبقت لے گئے اور دوسری طرف قرآن و سنّت اور سلف
صالحین کی واضح ہدایات کی صریح روشنی میں ایسے اہلِ سلوک، صاحبِ باطن زاہد
اور صوفی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی خداداد بصیرت اور للہیت اور روحانیت سے
لوگوں کے قلوب و اذہان کو منور کیا۔ ان میں توحید و سنّت کا جذبہ پیدا کیا، خدا خوفی
اور فکرِ آخرت پیدا کی، دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا نقشہ ان کے دلوں میں نقش

کیا۔ آنے والی قبر اور حشر و نشر کی حقیقی زندگی کے حاصل کرنے کا سبق دیا۔ جنّت اور دوزخ کی ابدیّت اور ان کی تحصیل و اجتناب کے منصوص احکام سنائے۔ خالق کے حقوق کے علاوہ مخلوق کے باہمی حقوق کو محفوظ و ملحوظ رکھنے کی شدت سے تلقین کی، نفسِ امارہ اور شیطان کی پیروی سے لوگوں کو ڈرایا اور سلف صالحین کے صحیح دینی جذبات ان میں اُبھا گر کئے۔ الغرض دل کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کے اخلاق ذمیمہ سے نکلنے اور اوصاف فاضلہ سے متصف ہونے کے وہ گر بتلائے جو اس دور میں صرف انہی حضرات کا حصہ ہو سکتا ہے۔ دیوبند کی اس روحانی تعلیم کا یوپی کے مشہور گریجویٹ اور شگفتہ نگار شاعر اکبر الہ آبادیؒ نے کس خوبی سے ذکر کیا ہے کہ ؎

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند | اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند

گر علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ دو | اِک معزز پیٹ بس اسکو کہو

(کلیاتِ اکبر مرحوم)

بلاشک دیوبند کی وجہ سے سعید روحوں کو جلا اور تاریک دلوں کو بصیرت اور روشنی حاصل ہوئی۔

ایک اور خواب

ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ مولانا نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ "میں خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اُونچی چیز پہ بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور اُدھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔" اِس خواب کو انہوں نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ

(المتوفی ۱۲۸۲ھ برادر شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ المتوفی ۱۲۶۲ھ) سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے، تو انہوں نے یہ تعبیر دی کہ اس شخص سے مذہبِ حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور وہ پکّا حنفی ہوگا اور اس کی خوب شہرت ہوگی لیکن شہرت کے بعد اس کا جلدی انتقال ہو جائے گا۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۶۹)

بلاریب ہندوستان میں قیام دارالعلوم دیوبند کے ذریعے جس طرح قرآن وحدیث کے بعد مذہبِ حنفی کی علمی اور ٹھوس خدمت ہوئی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے اور بغیر کسی سخت معاند اور کوڑ مغز کے اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور خود حضرت نانوتویؒ نے غیر مقلّدین حضرات کے ردّ میں جو ٹھوس علمی کتابیں (مثلاً خلف الامام کے مسئلہ پر توثیق الکلام اور الدلیل المحکم اور بیس رکعات تراویح پر مصابیح التراویح وغیرہ اور اسی طرح دیگر مسائل مختلف فیہا میں جو مضامین اور ادلہ تحریر فرمائے ہیں وہ علمی دنیا میں یادگار کے طور پہ سنہری حروف میں ذکر کئے جاتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تصحیحِ کُتب

عالم نبیل محدّث جلیل اور فقیہ وقت حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری الحنفیؒ (جن پر پہلے فالج کا حملہ ہوا تھا اور بالآخر ۶ جمادی الاُولیٰ ۱۲۹۷ھ کو وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے) نے محض کتبِ دینیہ کے احیاء و ترویج اور علوم و فنونِ اسلامیہ کے بقاء اور تحفظ کے لیے مطبع احمدی قائم کیا تھا جس کے ذریعہ درسی اور متداول کُتب کی کافی حد تک تصحیح اور بعض کُتب کے حواشی بھی لکھے گئے اور وقت کی ایک بہت

بڑی ضرورت اس طرح پوری ہوئی۔ اسی مطبع احمدی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح تصیحح کتب کا فریضہ سر انجام دیتے رہے، اور اس طریق سے علم دین کی خدمت کا حق ادا کرتے رہے اور ضمنی طور پر اس تصیحح سے معمولی سا جو حق محنت ملتا اُس پر گزر اوقات کرتے اور اعزّہ و اقارب کے علاوہ مہمانوں کا حق پورا کرتے۔ زندگی نہایت سادہ، بے تکلف اور زاہدانہ تھی شکل و صورت سے دیکھنے والوں کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ یہ بھی کوئی مولوی ہیں مگر ان کو گدڑی کے اس لعل کی کیا خبر تھی جو وقت کے فراعنہ کے مقابلہ میں لسان ہارونی اور ید موسوی لے کر نکلے اور زبان قلم سے ان کے دلائل باطلہ کے سیل رواں کو بہا کر اور ان کے گمراہ کن براہین کی فوجوں کو حقائق کے بحر قلزم کی موجوں کی نذر کر دیا، سچ کہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی بصیرت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

بخاری شریف کے آخری پاروں کا حاشیہ

کتاب اللہ کے بعد دوا دین اسلام میں سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے جس کی قدر و منزلت اور ضرورت و اہمیت سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے؟ جس میں ہمارا دین بھی ہے اور دُنیا بھی، ہمارا مذہب بھی ہے اور ہماری سیاست بھی، ہماری معیشت کے اصول بھی اس میں مذکور ہیں اور ہماری معاشرت کے احکام بھی، ہماری جسمانی خوراک کا اصولی انتظام بھی اس میں موجود ہے اور ہماری روحانی غذا کا حل بھی اس میں مشرح ہے، سینکڑوں جید علماء اور فقہاء نے مختلف اور متعدد زبانوں میں اس کے

شروح وحواشی لکھے ہیں، موجودہ بخاری شریف پر جو حاشیہ ہے (جو بڑی کاوش اور محنت کے ساتھ بیسیوں شروح حدیث سے پوری ذمہ داری کے ساتھ اخذ کیا گیا ہے) اس کے چوبیس پچیس پاروں کا حاشیہ تو حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ نے کیا ہے اور باقی پانچ یا چھ پاروں کا حاشیہ (اور اہل علم ہی جانتے ہیں کہ بخاری شریف کے آخری پارے کتنے مشکل ہیں) مولانا سہارن پوری صاحبؒ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے سپرد کیا جو انہوں نے کمال حزم واحتیاط کے ساتھ لکھا اور بڑی عمدگی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہوئے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سوانح قاسمی میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔

" اس زمانہ میں جناب مولوی صاحب مولوی احمد علی صاحب سہارن پوریؒ نے تحشیہ اور تصحیح بخاری شریف کی پانچ چھ سیپارہ آخر کے باقی تھے، مولوی (محمد قاسم) صاحبؒ کے سپرد کیا، مولوی صاحبؒ نے اُس کو ایسا لکھا ہے کہ اب دیکھنے والے دیکھیں کہ اُس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس زمانہ میں بعض لوگوں نے کہ مولوی صاحبؒ کے کمال سے آگاہ نہ تھے مولوی احمد علی صاحبؒ کو بطور اعتراض کہا تھا کہ آپ نے یہ کیا کام کیا ہے؟ کہ آخر کتاب کو ایک نئے آدمی کے سپرد کیا، اِس پر مولوی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بدوں سمجھے بُوجھے ایسا کروں اور پھر مولوی صاحبؒ کا تحشیہ ان کو دکھلایا، جب لوگوں نے جانا، اور وہ جگہ بخاری میں سب جگہ سے مشکل ہے۔ علی الخصوص تائید مذہب حنفیہ کا اوّل سے التزام ہے اور اُس جگہ پہ (حضرت) امام بخاریؒ نے اعتراض مذہب

حنفیہ پر کیے ہیں اور اُن کے جواب لکھنے معلوم ہے کہ کتنے مشکل ہیں؟ اب جس کا جی چاہے اس جگہ کو دیکھ اور سمجھ لے کہ کیسا حاشیہ لکھا ہے؟ اور اس حاشیہ میں بھی یہ التزام تھا کہ کوئی بات بے سند کتاب کے محض اپنے فہم سے نہ لکھی جائے" لہ (سوانح عمری محمد قاسم صاحب)

راقم الحروف کی معلومات کی بنا پر ہندوستان میں حاشیہ کے ساتھ جتنی دفعہ اور جہاں بھی بخاری شریف طبع ہوئی ہے وہ اسی حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی اور ہوتی ہے۔ اندازہ فرمایئے کہ یہ صدقہ جاریہ کس قدر ان حضرات کے رفع درجات کا موجب اور حضرات علماء کے صحیح بخاری سے استفادہ کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ تا قیامت اس صدقہ جاریہ کو جاری رکھے۔ ع

"رہے لاکھوں برس ساقی ترا آباد میخانہ"

قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب

دنیا کا کوئی کام بغیر کسی سبب، داعیہ اور محرک کے معرضِ وجود اور منصۂ شہود پر نہیں آتا، ہم جب ٹھنڈے دل کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں سرہنری ایلیٹ کی مسخ شدہ تاریخ سے پہلے ہندوستان کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کسی اور صورت میں نظر آتی ہے۔ سیاست کی باتیں تو سیاسی حضرات بہتر جانتے ہیں کیونکہ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ ہم صرف مذہبی نقطہ نظر سے یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں کم و بیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت اور دورِ اقتدار رہا ہے جس میں نہایت فراخ دلی سے (بلکہ بعض بادشاہوں کی طرف سے نرے ملحدانہ انداز میں) ہر فرقہ اور ہر

اہلِ مذہب کو اپنے مذہب پر پابند رہنے اور مذہبی رسوم بجالانے کی کھلی آزادی تھی جب گردشِ زمانہ سے سلطنتِ مغلیہ کا ٹمٹاتا ہوا چراغ گل ہوگیا اور اپنوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ظالم اور جابر برطانیہ قہرِ الٰہی کی صورت میں ہندوستان پر نمودار ہوا تو اس کے مقابلہ کے لیے ہندوستان کی دیگر اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً میدان میں نکلے اور عملی طور پر اس کے ساتھ جہاد کیا جس کو انگریز کے منحوس دَور میں نمک خوارانِ برطانیہ غدر، ۱۸۵۷ء کے ساتھ تعبیر کرتے رہے ہیں، اس جہاد میں کون کون حضرات شریک تھے اور کس کس مقام پر لڑے؟ اور ہر مقام پر اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر کئی امور ہمارے حیطۂ امکان سے باہر ہونے کے علاوہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں، ہمیں تو اثباتِ مدعیٰ کے لیے بانیٔ دارالعلوم دیوبند اور ان کے چیدہ چیدہ بعض احباب و اصحاب کا تذکرہ کرنا ہے کہ اُنہوں نے کس حد تک انگریز کے خلاف جہاد کیا؟ اور انگریز نے ان کے خلاف کیا رائے قائم کی؟ اور اس وقت انگریز کے اہلِ ہند اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف کیا عزائم تھے؟ اور وہ ہندوستان میں کیا دیکھنا اور کیا کرنا چاہتا تھا؟ اور کس حد تک وہ کرچکا ہے؟ جب ہم تاریخ کے اس موڑ پر آتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں وہ دلگداز واقعات پڑھتے اور دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں پُرنم ہوجاتی ہیں، ہاتھ میں قلم لرزتا ہے، دِل سیماب کی طرح بے قرار ہوجاتا ہے، سانس رُکنے لگتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاجاتا ہے، سب واقعات تو تاریخ ہی میں پڑھیئے ہم مشتے نمونہ از خروارے چند حقائق کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں جن میں عقلمندوں کے لیے بڑی عبرت ہے

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ؏

گاہے گاہے باز خواں ایں قصّۂ پارینہ را

جہادِ شاملی

اہلِ ہند جب انگریز کے مظالم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب اس کے خلاف لڑتے ہوئے لاکھوں جانیں جاتی رہیں اور ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اور تیرہ ہزار سے زیادہ جیّد علماء کرام کو تختۂ دار پر چڑھایا اور پھانسی پر لٹکایا گیا اور اس وقت میدان کارزار کے آس پاس شاید ہی کوئی درخت ایسا ہوگا جس پر مظلوم ہندوستانیوں کی اور شہید مسلمانوں کی لاشیں نہ لٹکتی ہوں اور ظالم انگریز کے کارندے اُن کو دیکھ دیکھ کر نہ خوش ہوتے ہوں۔ اسی دَور میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ؒ کی زیرِ قیادت تھانہ بھون سے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر شاملی کی گڑھی کی طرف روانہ ہوا جو انگریز کے کارندوں اور اس کی فوج کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس لشکر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ اور حافظ محمد ضامن صاحب شہید ؒ (جو ۱۸۵۷ء میں اسی شاملی کے مقام پر شہید ہوئے تھے) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

آپ سمجھتے ہیں کہ کہاں جابر اور ظالم برطانیہ جو ملک پر برسرِ اقتدار تھا اور کہاں نہتے اور بے سروسامان مجاہد؟ مگر ان بہادروں اور دلیروں نے اور ان میں خصوصیت کے ساتھ حضرت نانوتوی ؒ نے اپنی شجاعت کے خداداد جوہر اس جہادِ شاملی میں دکھلائے،

بالآخر ان حضرات کو شکست ہوئی، کچھ حضرات تو زخمی ہوئے، اور حافظ محمد ضامن صاحبؒ شہید ہو گئے، الغرض مقابلہ خوب ہوا، اور بعض دلیر سکھ فوجیوں کو (جن میں ایک سکھ بھی تھا جس کو حضرت نانوتویؒ نے اپنی تلوار سے کاٹ کر مولی کی طرح دو ٹکڑے کر دیا تھا) جہنم رسید کیا گیا اور غالباً ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے ؎

شکست و فتح نصیبوں سے ہے و لے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

جب انگریز کو اس کا علم ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ، مولانا نانوتوی صاحبؒ اور مولانا گنگوہی صاحبؒ جو اپنے زمانہ کے نامور عالم اور صوفی تھے ہمارے خلاف جہاد میں شریک ہوئے ہیں تو ان تینوں کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے۔

چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی لکھتے ہیں کہ :۔

"ان تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تھا اس لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کے لیے تگ و دو میں پھرتے تھے۔" (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۷۵)

انگریز کے اس ظالم حکم سے بچنے کے لیے کچھ دن تو حضرت نانوتویؒ وغیرہ احباب کے شدید اصرار پر روپوش رہے، پھر نکل آئے جیسا کہ بقدر ضرورت اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ جب لاکھوں انسانوں پر برطانیہ یہ مظالم کر چکا تو بیرونی دنیا کی مزید بدنامی سے بچنے کے لیے اور اہل ہند پر اپنا فرعونی احسان جتلانے کی خاطر کچھ عرصہ بعد

وارنٹ گرفتاری اور دیگر کئی سخت احکام واپس لے لیے گئے اور اس طرح ان مظلوموں کی ظالم کے ہاتھ سے گلو خلاصی ہوئی، اس جہاد اور ہنگامہ میں اہل ہند اس قدر حق بجانب تھے کہ خود ظالم انگریز اس کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ مسٹر پیکی اس ہنگامہ کے بارے میں اپنا یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بجانب کہی جا سکتی ہے تو وہ ہندوستان کے ہندو مسلمان کی بغاوت تھی (بحوالہ حکومت خود اختیاری ص۴۲) اور اس ہنگامہ میں انگریز نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کا بھی کچھ نمونہ دیکھتے جائیے۔

مسٹر رسل کا یہ مقولہ ہے کہ "مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے قبل خنزیر کی چربی ان کے بدن پر ملی گئی اور پھر انہیں جلا یا گیا۔ (تمغہ کا دوسرا رُخ مصنفہ ایڈورڈ ٹامس ص۴۸)

ملاحظہ کیجیے کہ ظالم برطانیہ نے کس قدر سفاکانہ اور حیا سوز حرکتیں مسلمانوں پر روا رکھیں اور کس طرح ان کے بے گناہ خون سے ہولی کھیلی گئی مگر باایں ہمہ مسلمان مردانہ وار اس ظالم کے سامنے ایمان سے بھرپور سینے تان کر پیش ہوتے رہے اور بزبانِ حال اس سے یوں خطاب کرتے تھے کہ ؎

گئے وہ دن کہ ہمیں زندگی کی حسرت تھی
فضول قتل کی دیتا ہے دھمکیاں صیاد

عزائم برطانیہ

انگریز کو جب ہندوستان پر سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تو شیخ چلی کی طرح اس کے

دل میں خفتہ اور نہاں آرزوئیں اور ارادے زبان اور قلم کی نوک سے بھی ظاہر ہونے لگے۔

گورنر ہند لارڈ ایلن برانے ۱۸۴۳ء میں ڈیوک آف ونگٹن کو لکھا ہے کہ:۔

"میں اس عقیدہ سے چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی قوم اصولاً ہماری دشمن ہے اس لیے ہماری حقیقی پالیسی یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کی رضا جوئی کرتے ہیں۔"

(ان ہیپی انڈیا ص۲۹۹)

انڈیا کی سپریم کونسل کے باوقار رکن سر چارلس ٹریلیون جو حکومت کی طرف سے گورنری کے بلند عہدہ پر فائز تھا، پورے وثوق سے یہ کہتے ہوئے کہ یہ میرا یقین ہے، یہ امیدیں قائم کئے ہوئے تھا کہ۔

"جس طرح ہمارے بزرگ کل کے کل ایک ساتھ عیسائی ہو گئے تھے اسی طرح یہاں (ہندوستان) میں بھی ایک ساتھ عیسائی ہو جائیں گے۔"

(بحوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۱۴۳)

اور برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر مینگلس نے آغاز ۱۸۵۷ء میں پارلیمنٹ کے دارالعلوم میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ۔

"خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیرِ نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے اور اس میں کسی طرح

تساہل نہ کرنا چاہیئے " (حکومت خود اختیاری ص۱۳۹ اور علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ص۲۶)

اور لارڈ رابرٹسن نے کہا کہ۔

" ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے " (علمائے ہند کی شاندار ماضی کا آخری حصہ تصویر کا دوسرا رُخ ص۲۴ طبع اوّل)

غور فرمایئے کہ سایۂ بوم (ظالم برطانیہ) کے منحوس دورِ اقتدار میں ہندوستان کی سرزمین پر کس طرح زبوں حالی کا گھپ اندھیرا چھا گیا تھا جس میں رائے قائم کرنے والوں نے یہاں تک رائے قائم کی کہ۔

" اب اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے "

(موجِ کوثر ص۱۰۸ مصنفہ شیخ محمد اکرم صاحب ایم اے)

اس نازک دور اور نامساعد حالات میں علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم نے جس طرح ہمّت و استقلال کا ثبوت دیا ہے اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ آخر بتلایئے کہ اس وقت تمام گمراہ کن تحریکوں کا مقابلہ کس نے کیا؟ ظالم برطانیہ کے فولادی پنجہ سے کس نے ٹکر لی، جانِ عزیز کو ہتھیلی پر رکھ کر کس نے جہاد ۱۸۵۷ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا؟ آریوں اور پادریوں کا تعاقب کس نے کیا؟ ان کی تردید میں کتابیں اور رسالے کس نے لکھے؟ کس نے تقریروں کے ذریعہ اسلام کی حقانیت واضح کرتے

ہوئے اِن باطل فرقوں کے مکائد اور دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا؟ اور اس ہنگامے میں کس طبقہ کے علماء کے ساتھ انتہائی بہیمانہ سلوک روا رکھا گیا؟ اور نہایت بے دردی کے ساتھ درختوں پر کن کو لٹکایا گیا؟ اور ملکِ عزیز سے جلا وطنی کی وحشیانہ سزائیں کس طبقہ کی اکثریت کو دی گئیں؟ اور تختۂ دار پہ لٹکنے کے لیے زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے کس نے خوشیاں منائیں کہ ؎

فنا فی اللہ کی تہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

برطانیہ کا ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جس میں ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہماری حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اور برطانیہ کے مغرور وزیرِ اعظم مسٹر گلیڈ سٹون نے یہ کہا تھا کہ اگر آسمان بھی ہمارے سروں پر گرنا چاہے تو ہم سنگینوں کی نوک پر اسے تھام سکتے ہیں، (معاذ اللہ) اس دور میں بھی علماء دیوبند نے اس ظالم برطانیہ کے خلاف صدائے حق بلند کی اور اس سے نبرد آزما رہے ہیں، چنانچہ یوپی، کے گورنر سر جیمس امنسٹن نے اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ (المتوفی ۱۳۳۹ھ) کے بارے میں ایک موقع پر کہا تھا کہ "اگر اس شخص کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے تو وہ بھی اس کوچہ سے نہیں اُڑے گی جس میں کوئی انگریز ہو گا" نیز یہ بھی ان ہی کا مقولہ ہے کہ اگر اس شخص کی بوٹی بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کے خلاف عداوت ٹپکے گی"۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۸۷ مصنفہ حضرت مولانا مناظر احسن

صاحب گیلانیؒ المتوفی ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء) غالباً ایسے ہی موقعہ کے لیے کہا گیا ہے کہ ؎

وہی مومن ہے جس کو دیکھ کر باطل پکار اٹھے	کہ اس مردِ خدا پر چل نہیں سکتا فسوں میرا

عیسائی بنانے کے لیے طریقِ کار

آپ باحوالہ پہلے یہ پڑھ آئے ہیں کہ انگریز نے ہندوستان میں زمامِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تمام ہندوستانیوں کو ایک ساتھ عیسائی بنانے کا خواب دیکھنا شروع کیا اور اس کے لیے ملازمتوں اور میموں، نوکریوں اور چھوکریوں کی پیشکش کے علاوہ اور بھی کئی حربے اختیار کیے گئے، ان میں ایک طریق یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو اتنا غریب اور مفلوک الحال کر دیا جائے کہ وہ عیسائیوں کی جھولی میں پڑنے کے لیے مجبور و لاچار ہو جائیں، چنانچہ عوام کی غربت اس حد تک عمداً پہنچا دی گئی تھی کہ بقول سر سیدؒ صاحب ڈیڑھ آنہ یومیہ یا ڈیڑھ سیر اناج پر ہندوستانی اپنی گردن کٹوانے پر بخوشی تیار ہو جاتا تھا۔ (بغاوتِ ہند صنے) اور سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک طریقہ جو انگریز نے تجویز اور اختیار کیا تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن پاک اور اس کی تعلیم اور علوم اسلامیہ کو یکسر مٹا دیا جائے تاکہ ایمان و ایقان کی وہ پختگی جو مسلمانوں کو حاصل ہے، بالکل ختم ہو جائے اور عیسائیت کا راستہ ان کے لیے سہل اور ہموار ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں انگریزی تعلیم کو اس قدر عام اور رائج کر دیا جائے کہ کوئی شخص اپنے لیے اس کے سوا چارہ کار نہ جائے (چنانچہ قرآن جیسی جامع و مکمل، بے نظیر اور انقلاب انگیز کتاب کی بے پناہ قوت اور طاقت سے خائف اور بدحواس ہو کر برطانیہ کے مشہور ذمہ دار وزیرِ اعظم گلیڈ اسٹون نے بھرے مجمع میں قرآن کریم کو اٹھائے ہوئے بلند آواز سے

یہ کہا تھا کہ۔

"جب تک یہ کتاب دنیا میں باقی ہے دنیا متمدن اور مہذب نہیں ہو سکتی" (بحوالہ خطبہ صدارت ص۱۵ اجلاس پنجاہ سالہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ از حضرت مدنیؒ)

اور ہنری ہرینگٹن طاس نے کہا کہ۔

"مسلمان کسی ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہو سکتے اس لیے کہ احکام قرآنی کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔" (بحوالہ حکومت خود اختیاری ص۵۵)

الغرض قرآن کریم کو مٹانے اور مسلمانوں کے اسلامی جذبات کو ہندوستان سے نیست و نابود کرنے کے لیے ایسے ایسے حربے استعمال کیے گئے کہ شیطان بھی دم بخود ہو کر رہ گیا اور لارڈ میکالے نے تو صاف لفظوں میں کہا کہ

ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں تو دل اور دماغ کے اعتبار سے فرنگی ہ

(بحوالہ مدینہ بجنور۔۲۸ر فروری ۱۹۳۶ء)

اور سچ پوچھیے تو اس میں ان کو کافی حد تک کامیابی حاصل ہوئی جیسا کہ کسی بھی صاحب علم پر یہ مخفی نہیں ہے۔

یہ طریقہ تو وہ تھا جو براہِ راست حکومتِ برطانیہ اور اس کے ذمہ دار اصحاب نے اختیار کر رکھا تھا، اس کے علاوہ پادری صاحبان کی طرف سے (جن کی حفاظت و نگرانی اور مالی سرپرستی خود انگریز کر رہا تھا) عیسائیت کی جارحانہ تبلیغ ہندوستان میں

جو شروع کی گئی وہ اپنے مقام پر ایک سانحۂ عظیم اور آفاتِ ارضی میں سے ایک بہت بڑی آفت تھی۔ مسلمانوں پر تو حکومت کی طرف سے صدہا آئینی پابندیاں عائد تھیں کہ وہ انگریز کے خلاف لب کشائی کرنے کے مجاز نہیں مگر (العیاذ باللہ) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پادریوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی بقول کسے ؎

ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظمِ بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

پادریوں کی تبلیغ

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے سلطنت اور اقتدار جانے کی دیر تھی کہ مختلف قسم کے مذہبی فتنے عذابِ الٰہی کی صورت میں نمودار ہوئے اور ساون کے مینڈکوں کی طرح بازاروں اور کوچوں، گلیوں اور محلوں میں پادری صاحبان جوق در جوق اور جماعت در جماعت گردش کرتے ہوئے اور مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالتے ہوئے نظر آنے لگے اور ہندوستان میں شاید ہی کوئی قابلِ ذکر شہر اور خوش نصیب قصبہ ایسا ہو گا جس کو پادری صاحبان نے اس دور میں اپنے منحوس پاؤں سے نہ روندا ہو اور اسلام کے خلاف خوب زہر اگل کر مسلمانوں کی دل آزاری نہ کی ہو اور جارحانہ رنگ میں عیسائیت کی تبلیغ میں کوئی کمی چھوڑی اور مسلمانوں کو چیلنج نہ دیا ہو۔ ایسے تمام واقعات کا استیعاب اور احاطہ نہ تو ہمارے بس کا روگ ہے اور نہ ان پر ہمارا مدعیٰ موقوف ہے، اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں، صرف دو تین واقعات بطورِ نمونہ عرض کیے دیتے ہیں، ہر عقلمند انسان

ان سے بخوبی حقیقت کی تہ کو پہنچ سکتا ہے اور نادان کے لیے تو دفتر کے دفتر بھی بے سود ہیں۔

چاندا پور کا مذہبی اجتماع

ہندوستان میں عیسائیت کی وسیع پیمانہ پہ تبلیغ کو دیکھ کر ہندوؤں میں بھی یہ جرأت پیدا ہوگئی کہ وہ اپنے مذہب کا پرچار کریں اور عیسائیوں کی طرح وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مذہبی امور میں الجھتے رہیں، چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ مشہور شہر شاہجہان پور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر ایک قصبہ تھا جس کا نام چاندا پور تھا، وہاں کے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۲۹۳ھ؁ ۱۸۷۶ء میں ایک مذہبی جلسہ بنام "میلہ خدا شناسی" مقرر کیا جس میں مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کا باہمی مباحثہ طے پایا اور تینوں فریق اس میں شریک ہوئے، مگر لالہ جی نے کمال ہوشیاری اور انتہائی چالاکی سے ایک مختصر سی لیکن نہایت بے معنی اور مہمل لکھی ہوئی تقریر یوں شروع کی کہ میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا اور ان کے پنتھ میں جاگتے سوتے سانس چلتا رہتا تھا الخ جس کو چیستاں اور پہیلی کہنا زیادہ مناسب ہوگا اور اس طرح اپنی اور اپنے ہم مذہبوں کی جان چھڑا لی اور اصل گفتگو مسلمانوں اور عیسائیوں میں رہی اور اس اجتماع میں، عیسائیوں کی طرف سے ان کے دیگر نامی گرامی پادریوں کے علاوہ پادری نولس صاحب انگلستانی بھی تھے جو بڑے لسان، عمدہ مقرر اور چلتے ہوئے مناظر تھے، پادری نولس صاحب کا یہ بے بنیاد دعویٰ تھا کہ مسیحی دین کے مقابلہ میں محمدی دین کی کچھ حقیقت نہیں (معاذ اللہ) اور اہلِ اسلام کی طرف سے جو حضرات اس موقعہ پر موجود تھے، ان میں مشاہیر میں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا سیّد ابو المنصور صاحب دہلویؒ امام فن مناظرۂ اہلِ کتاب خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں ان کے علاوہ دیگر حضرات علماء اور اہل دل اور دیندار مسلمانوں نے بھی اس میں حصّہ لیا۔ پہلے دن تو مباحثہ میں متعدد حضرات نے حصہ لیا اور پادری نولس صاحب کے مزعوم دلائل کے جوابات دیتے رہے اور اپنے دعاوی کا اثبات کرتے رہے مگر دوسرے دن مناظرہ میں صرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے حصّہ لیا اور ایسے دلائل اسلام کی حقانیت پر پیش کئے کہ مجمع داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا اور دین مسیحی کے منسوخ اور ناقابلِ اتباع ہونے پر ایسے ٹھوس براہین پیش کئے کہ۔ پادری باہم کہتے تھے آج ہم مغلوب ہوگئے (گفتگوئے مذہبی ملقب تاریخی میلۂ خدا شناسی ص۳۸)

اِس مناظرہ کی مکمل روداد اسی کتاب میں ملاحظہ فرمایئے کہ پادریوں کا معزور سر کیسے سرنگوں ہوا اور اسلام کی حقانیت اور صداقت کس طرح آشکارا ہوئی سچ ہے کہ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

شاہجہان پور

اس مناظرہ کے تقریباً دو سال بعد ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں شاہجہان پور میں اہل اسلام اور مختلف باطل فرقوں کا مناظرہ اور مباحثہ طے ہوا جس میں پنڈت دیانند سرسوتی منشی اندرمن، پادری اسکاٹ مفسّر انجیل اور پادری نولس صاحب وغیرہ نے حصہ لیا اور اہل اسلام کی طرف سے متعدد علماء حق اور مشاہیر اس وقت اور اس مقام پر حاضر اور موجود تھے۔ مگر مناظرہ

پادریوں اور مسلمانوں کا ہوا اور لالے وقت کی نزاکت سے فائدہ اٹھا گئے۔ اس میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ مناظر تھے، انہوں نے عقلی و نقلی رنگ میں ایسی صحیح اور قطعی دلیلیں پیش فرمائیں کہ پادری صاحبان سے ان کا کوئی معقول جواب نہ بن سکا اور اس موقع پر بھی اسلام اور اہلِ اسلام کا بول بالا ہوا مسلمانوں کی کھلی فتح کا مسلمانوں اور عیسائیوں کے علاوہ متعصب ہندوؤں نے بھی اقرار کیا، چنانچہ منشی پیارے لال نے یہ کہا کہ مولوی قاسم صاحبؒ، کا حال کیا بیان کیجیے؟ ان کے دل پر علم کی مستی (علم کی دیہی) بول رہی تھی۔" (مباحثہ شاہجہاں پور ص۹۲) اور پورے بانوے ۹۲ صفحات پر اس مناظرہ کی روداد بارہا طبع ہو چکی ہے، اہلِ علم اس سے استفادہ کریں، اس کے علاوہ حجۃ الاسلام نے پادری تاراچند سے بھی مناظرہ کیا، چنانچہ سوانح قاسمی ص۱۵ از مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں ہے۔

" ایک پادری تاراچند نام تھا، اُس سے گفتگو ہوئی اور وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا سچ ہے شیروں کا مقابلہ لومڑیاں کیا کر سکیں "۔

پادری فنڈر کا فتنہ

پادری ڈاکٹر کارل فنڈر (جو ایک جرمنی مشنری تھا جسے روسی سلطنت نے جورجیا کے قلعے شوشا سے بدر کر دیا تھا) جس نے فارسی زبان میں "میزان الحق" نامی ایک کتاب شائع کی اور پھر اس کا اُردو ترجمہ بھی کیا ملاحظہ ہو اہلِ مسجد ص۳۱۴ مصنفہ ایل بیون جونز بی اے بی، ڈی لندن مترجمہ جے عبد السبحان بی اے، بی، ڈی، پنجاب ریلیجس بُک

سوسائٹی انارکلی لاہور) نے ہندوستان پہنچ کر اور انگریز کی سرپرستی حاصل کرکے جس دریدہ دہنی سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی اور اہلِ اسلام کے خلاف جو زہر اُگلا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں جو جو بہتان تراشی اور اتہام بازی اس نے اختیار کی اس سے مسلمان تو آخر مسلمان ہیں منصف مزاج غیر مسلم بھی صد نفرین کیے بغیر نہیں رہ سکتا، پادری فنڈر جو اپنی بیباکی میں مشہور تھا، ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تبلیغ عیسائیت کے سلسلہ میں سرگرم عمل تھا چنانچہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب عثمانی کیرانوی (المتوفی ۲۲ر رمضان ۱۳۰۸ھ جو حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ العزیز کی اولاد میں تھے اور سلسلہ ولی اللہی میں منسلک ہو کر دہلی میں تعلیمی اور تبلیغی خدمت انجام دے رہے تھے، اور آپ کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں کیرانہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی تھی) نے پادری فنڈر کے ساتھ خط و کتابت کی اور اس کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور تمام ابتدائی مراحل طے کر لینے کے بعد اکبر آباد آگرہ میں کئی دن کے لیے مناظرہ طے ہوا، یہ مناظرہ ۱۱ر اپریل ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲ر رجب ۱۲۷۰ھ کو ہوا تھا جو اسلام اور عیسائیت کی صداقت اور حقانیت واضح کرنے کے لیے فیصلہ کن اور تاریخ ہندوستان میں اس موضوع کا سب سے پہلا اور عظیم الشان مناظرہ تھا جس میں طرفین سے معزز مسلمان، ہندو اور انگریز اس مناظرہ کے جج اور منصف قرار دیئے گئے تھے چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے آخری اور سچے دین کا حامی و ناصر ہے، اس نے اسلام کی صداقت کا ظاہری سبب اس موقع پر حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رح

کو بنایا جنہوں نے اپنی خداداد قابلیت، عمدہ ذہانت اور تبحر علمی سے تین روز کے متواتر مناظرہ میں دلائلِ قاہرہ اور براہینِ ساطعہ سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ موجودہ انجیل جس پر آج پادری صاحبان کو فخر و ناز ہے، بالکل محرّف ہے جس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور خود عیسائیوں کے مایۂ ناز اور چوٹی کے مناظر پادری فنڈر صاحب کو عام جلسہ میں انجیل مقدس کی تحریف تسلیم کیے بغیر اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رات کی تاریکی ہی میں پادری فنڈر صاحب اپنے چیلوں سمیت بھاگ گئے، جب چوتھے دن حسبِ معمول مناظرہ کا وقت آیا تو پبلک اور منصف تو بھی حاضر ہو گئے مگر پادری فنڈر صاحب کا کہیں نام و نشان نہ ملا، ناچار تمام ججوں اور منصفوں کو جو طرفین سے حکم قرار دیئے گئے تھے، عیسائیت کے خلاف فیصلہ کرنا پڑا، اور پادری فنڈر صاحب نے ہندوستان چھوڑ کر دیگر ممالک اسلامیہ میں اپنے دجل کا جال پھیلانے کی سعی اور کوشش کی، چنانچہ وہ پھرتا پھراتا ترکی بھی جا پہنچا، اور وہاں کے علماء کو چیلنج کرتا پھرا، چونکہ وہ بے چارے اس کے ہتھکنڈوں سے واقف نہ تھے، اس لیے اس دریدہ دہن کے منہ نہ آتے تھے۔ بالآخر سلطان عبدالعزیز خان ترکیؒ کی خواہش اور صدر اعظم خیرالدین پاشا تونسیؒ کی تحریک پر حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے عربی زبان میں ایک محقق اور مدلل کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام اظہار الحق رکھا جس کا ترکی، فارسی اور یورپ کی مختلف اور متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوا جب ۱۸۹۱ء میں انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ شائع ہوا تو مشہور اخبار ٹائمز آف لندن نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا کہ "اگر لوگ اس کتاب کو پڑھتے رہے

تو دُنیا میں عیسائی مذہب کی ترقی بند ہو جائے گی"۔ (ملاحظہ ہو علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے حصّہ اوّل) صلا ۳۶ ،

راقم الحروف نے آج سے تقریباً سولہ۱۶ سترہ۱۷ سال پہلے "اظہار الحق" کے عربی نسخہ کا مطالعہ کیا ہے، بلاشبہ ردِّ عیسائیت کے لیے بہترین اور لاجواب کتاب ہے مگر صرف اہلِ علم حضرات کے لیے ؂

ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقائق ہیں تماشائے لبِ بام نہیں

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحبؒ کے علاوہ اس وقت حضرت مولانا رحم علی صاحب منگلوریؒ، مولانا سیّد محمد علی صاحب مونگیریؒ، مولانا عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹیؒ، ڈاکٹر وزیر خان صاحب اکبرآبادیؒ نے بھی عیسائیت کا خوب رد کیا اور اسلام کے ناقابل شکست قلعہ کو محفوظ رکھنے کی سعی بلیغ کی۔

آریہ کا فتنہ

آپ اوراقِ گذشتہ میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ انگریز نے اقتدار اور حکومت کے بل بوتے پر اور پادری صاحبان نے حکومت برطانیہ ہی کے زیرِ سایہ رہ کر تبلیغ کے ذریعہ کس طرح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا اور کیا کیا کوششیں اور کاوشیں کیں، یہ مصائب مسلمانوں کے لیے کیا کم تھے؟ مگر جب مصائب و آفات کے گھنگھور بادل چھا جاتے ہیں تو ان سے مصیبت کا صرف ایک ہی قطرہ نہیں ٹپکتا، بلکہ ایسی موسلا دھار بارش ہوتی ہے

کہ مشکلات و بلیات کے سیلاب اُمڈ آتے ہیں۔ ایک طرف انگریز اور عیسائیوں کا عظیم فتنہ تھا اور دوسری طرف انگریزوں کے چہیتے ہندوؤں اور آریاؤں کا کرتا دھرتا سوامی دیانند سرسوتی جو اپنے منطقیانہ اور فلسفیانہ استدلالات میں مشہور تھا، پورے ہندوستان میں لوگوں کو آریہ بنانے اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کی (معاذ اللہ) مہم چلا رہا تھا، بیسیوں اس کے چیلے اور شاگرد تھے جو اسی کی ڈگر پر اسلام کے خلاف زہر اُگلتے تھے، سرسوتی کی حماقت اور دریدہ دہنی کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب ملاحظہ کیجیے جس میں اُس نے بخیال خویش قرآنِ کریم کی بسم اللہ سے لے کر والناس تک کی تمام سورتوں پر اعتراضات کیے اور ان کی کمی اور خامی بتلائی ہے۔ (العیاذ باللہ) سرسوتی ہر مقام پر اسلام اور اسلامی عقائد پر خوب برستا تھا اور اہل اسلام کو جواب کے لیے للکارتا تھا۔ چنانچہ اپنا تبلیغی دورہ کرتا ہوا ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں وہ رُڑکی جا پہنچا اور کئی دن تک وہاں قیام کر کے اسلام کے خلاف خوب دِل کھول کر زہر اُگلتا رہا، چونکہ وہاں اس وقت کوئی ایسا مستعد اور مناظر عالم نہ تھا جو اس کے فلسفیانہ اعتراضات کا جواب دے سکتا۔ اس لیے میدان کو خالی دیکھ کر اس کی ہمّت اور دوچند ہوگئی حتیٰ کہ سر بازار اُس نے اسلام کے خلاف نازیبا اور واہی تباہی باتیں کہنا شروع کر دیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اِن دنوں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (جو پہلے ہی سے ضیق النفس کے موذی مرض سے دوچار تھے) بخار اور کھانسی کے شدید مرض میں مبتلا تھے اور اُن کی علالت کی خبریں باقاعدہ ان کے احباب و تلامذہ اور عقیدت مندوں کو پہنچتی

رہتی تھیں، سرسوتی کے کانوں میں بھی حجۃ الاسلامؒ کی بیماری کی خبر پہنچ گئی تھی، جب وہاں کے کچھ درد دل رکھنے والے اور غیرت مند مسلمانوں نے سرسوتی کا حسب استطاعت جواب دینا ضروری سمجھا تو پنڈت صاحب یہ کہہ کر بات ٹال گئے (اور معلوم ہوتا ہے کہ پنڈتوں کو بات ٹالنے کا خاصا ملکہ اور نرالا ڈھنگ معلوم ہے جیسا کہ اس وقت پنڈت نہرو صاحب مسئلہ کشمیر کو سالہا سال سے ٹال رہے ہیں مگر تا بکے؟) کہ ہم تو جاہلوں سے گفتگو کرنے کے لیے بالکل آمادہ ہی نہیں اپنے کسی بڑے مذہبی عالم کو بلاؤ پھر ہم گفتگو کریں گے، اور حضرت نانوتویؒ کی علالت کی خبر سُن کر اس سے پنڈت جی نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ ہاں اگر مولوی کاسم (مولوی قاسمؒ) آئیں تو پھر ہم گفتگو کریں گے، پنڈت جی نے حالات سے بھانپ لیا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اس شدید علالت میں کیونکر اور کیسے آسکتے ہیں؟ لہذا کوئی ایسی شرط لگاؤ کہ گفتگو کی نوبت ہی نہ آئے اور نہ پنڈت جی کے مبلغ علم کا بھرم کھلے اور نہ شرمندگی حاصل ہو، بقول شخصے، نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

جب لوگوں نے شدید اصرار کیا کہ پنڈت جی آپ مولانا نانوتویؒ ہی سے گفتگو کرنے پر کیوں مصر ہیں تو وجہ تخصیص یہ بیان کی" میں تمام پورب میں پھرا اب تمام پنجاب میں پھر کر آیا ہوں، ہر اہل کمال سے مولانا کی تعریف سنی، ہر کوئی مولانا کو یکتائے روزگار کہتا ہے اور میں نے بھی مولانا کو شاہجہان پور کے جلسے میں دیکھا ہے، ان کی تقریر دلآویز سنی ہے، اگر آدمی مباحثہ کرے تو ایسے کامل و یکتا سے کرے جس سے

کچھ فائدہ ہو کچھ نتیجہ نکلے۔" (بحوالہ مقدمہ انتصار الاسلام ص۲ ۵۰ از مولانا فخر الحسن صاحب)

اہلِ رُڑکی نے جب حضرت نانوتوی سے پُر زور استدعا کی تو حضرت کے لیے خود شدت علالت میں وہاں پہنچنا تو ناممکن تھا آپ نے اپنی طرف سے چند نمائندے بھیجے جن میں خصوصیت سے حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحبؒ حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ اور مولانا حافظ عبد العدل صاحبؒ قابلِ ذکر ہیں، یہ حضرات پاپیادہ جمعرات کے دن مغرب سے پہلے روانہ ہوئے اور شام کی نماز دیوبند کے باغوں میں پڑھی گئی علی الصبح رُڑکی پہنچے حتیٰ کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد مقامی باشندوں کے ہمراہ پنڈت جی کی کوٹھی پر پہنچے اور بحث مباحثہ کی دعوت دی، مگر پنڈت جی اُسی پرانی ضد پر مُصر تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ آئیں تو مباحثہ کروں گا اور کسی سے مباحثہ ہرگز نہ کروں گا جب وہ کسی صورت مباحثہ کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تو یہ حضرات واپس ہوگئے اور اہلِ رُڑکی نے باوجود حضرت نانوتویؒ کی علالت کے محض اتمامِ حجت کے لیے وہاں پہنچنے کی استدعا کی تو مولانا باوجود علالت ضعف اور کمزوری کے جس طرح بھی ہوسکا رُڑکی تشریف لے گئے۔

رُڑکی میں اجتماع

حضرت مولاناؒ مع اپنے تلامذہ اور احباب کے شہر میں مقیم تھے اور سرسوتی صاحب رُڑکی کی چھاؤنی میں براجمان تھے، بحث و مباحثہ کے لیے ابتدائی مراحل طے کرنے کے لیے خط و کتابت ہوتی رہی مگر سرسوتی صاحب اور اُن کے معتقدین اس سے بھی گھبرا گئے اور یہ بہانا کیا کہ۔

" ہمارے سارے کام بند ہوگئے، آج سے ہمارے پاس کوئی اور تحریر نہ آئے ہم ہرگز جواب نہ دیں گے۔" (مقدمہ انتصار الاسلام ص۵)

دوسرے روز حضرت مولاناؒ مع مولوی احسان اللہ صاحب میرٹھیؒ اور اپنے چند رفقاء کے چھاؤنی چلے گئے، اور کرنل صاحب کی کوٹھی پر انتظام کیا گیا، کپتان صاحب اور کرنل صاحب نے مولانا کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان سے مختلف مضامین پر تبادلۂ خیال کیا اور داد تحسین دیتے رہے، اور پنڈت سرسوتی کو وہاں بلا کر کرنل صاحب نے کہا کہ تم مولوی صاحب سے کیوں گفتگو نہیں کر لیتے مجمع عام میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پنڈت جی نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے (جب پنڈت جی سرِ بازار اسلام کے خلاف اعتراضات کرتے تھے. اور خوب لوگوں کو سنا سنا کر کرتے تھے تو اس وقت تو کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ تھا مگر اب اندیشہ پیدا ہوگیا؟ صفدر) کپتان صاحب نے کہا اچھا ہماری کوٹھی پر گفتگو ہو جائے ہم فساد کا بندوبست کر لیں گے، پنڈت جی نے کہا کہ ہم تو اپنی ہی کوٹھی پر گفتگو کریں گے اور پھر بھی اگر مجمع عام نہ ہو، جناب مولانا نے پنڈت جی سے کہا کہ لیجئے اب تو مجمع عام نہیں، دس بارہ ہی آدمی ہیں، اب سہی، آپ اعتراض کیجئے ہم جواب دیتے ہیں، پنڈت جی نے کہا کہ میں تو گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا تھا (تو مولوی کاسم کو للکارتے کاہے کو تھے اور اُن کے ساتھ ہی گفتگو کرنے پر کیوں مُصر تھے؟ صفدر) مولانا نے فرمایا کہ اب ارادہ کر لیجئے، ہم آپ کے مذہب پر اعتراض کرتے ہیں آپ جواب دیجئے یا آپ اعتراض ہم پر کیجئے اور ہم سے جواب لیجئے، پنڈت جی نے ایک نہ مانی، شرائط کے باب

میں گفتگو رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، مجلس برخاست ہوئی، جناب مولاناؒ بھی اپنی فرودگاہ پر تشریف لائے اور کئی روز تک شرائط میں رد و بدل رہی، آخر الامر مولانا نے یہ کہلا بھیجا کہ پنڈت جی کسی جگہ مباحثہ کرلیں، برسر بازار کرلیں، عوام میں کرلیں خواص میں کرلیں، تنہائی میں کرلیں مگر کرلیں، پنڈت جی اپنی (رہائشی) کوٹھی پر مباحثہ کرنے کو راضی ہوئے اور وہ بھی اس شرط پر کہ دو سو سے زیادہ آدمی نہ ہوں، مولانا مرحوم پنڈت جی کی کوٹھی پر جانے کو تیار تھے مگر سرکار کی طرف سے ممانعت ہوگئی کہ چھاونی کی حد میں کوئی شخص گفتگو کرنے نہ پائے، شہر میں جنگل میں کہیں بھی جی چاہے گفتگو کرلے، مولانا نے پنڈت جی کو لکھا کہ نہر کے کنارے پر یا عیدگاہ کے میدان میں یا اور کہیں مباحثہ کرلیجئے، مگر پنڈت جی کو بہانہ ہاتھ آگیا، انہوں نے ایک نہ سُنی یہی کہا کہ میری کوٹھی پر چلے آؤ، چونکہ سرکار کی طرف سے ممانعت ہوگئی تھی (بلکہ پنڈت جی اور اُن کے حواریوں نے ممانعت کروادی تھی صفدر) اس لئے جناب مولاناؒ کوٹھی پر نہ جاسکے اور پنڈت جی کوٹھی سے باہر نہ نکلے۔ (مقدمہ انتصار الاسلام ص ۲۶، ۲۷) حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ اور مولانا حافظ عبد العدل صاحبؒ نے کئی روز سر بازار پنڈت جی کے اعتراضات کے جوابات دیئے اور پنڈت جی کے مذہب پر اعتراضات کیئے اور پنڈت جی اور ان کے حواریوں کو غیرت دلائی کہ جواب دو۔ مگر پنڈت جی اور ان کے شاگردوں اور معتقدوں کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی اور ان کو کوئی ایسا سانپ سونگھ گیا کہ وہ ہلنے ہی سے رہے، آخر مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ اچھا پنڈت جی مع اپنے شاگردوں اور معتقدوں کے میرا وعظ ہی سن لیں، مگر پنڈت جی وعظ میں تو کیا

آتے رڑکی سے بھی چل دیے اور ایسے گئے کہ پتہ بھی نہ چلا کہ کدھر گئے، آخر ش مولانا نے بنفس نفیس برسر بازار تین روز تک وعظ فرمایا مسلمان، ہندو، عیسائی اور سب چھوٹے بڑے انگریز جو رڑکی میں تھے، ان وعظوں میں شامل تھے، ہر قسم کے لوگوں کا ہجوم تھا، مولانا نے وہ وہ دلائل مذہبِ اسلام کے حق ہونے پر بیان فرمائے کہ سب حیران تھے، اہل جلسہ پہ عالم سکتہ کا سا تھا، ہر شخص متاثر معلوم ہوتا تھا، پنڈت جی کے اعتراضوں کے وہ وہ جواب دندان شکن دیے کہ مخالف بھی مان گئے۔ (مقدمہ انتصار الاسلام ص۷)

پنڈت سرسوتی صاحب نے بزعم خود اصولی طور پر اسلام پر گیارہ اعتراضات کیے ہیں جن میں سے دس کے جوابات حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ نے انتصار الاسلام میں اور گیارھویں اعتراض کا مجمل اور مفصل جواب قبلہ نما میں دیا ہے۔ دونوں کتابیں اہل علم حضرات کے لیے غنیمت باردہ ہیں۔

رڑکی کے بعد میرٹھ

جب پنڈت سرسوتی صاحب رڑکی سے بھاگ گئے تو پھرتے پھرتے میرٹھ پہنچے اور وہاں بھی مذہبِ اسلام پر بے سروپا اعتراضات شروع کردیئے حضرت حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ اگرچہ مرض اور ضعف میں مبتلا تھے، پھر بھی رضائے الٰہی حاصل کرنے اور مذہب اسلام سے مدافعت کرنے کے لیے آپ باوجود ضعف و بیماری میرٹھ پہنچے، چنانچہ پنڈت جی وہاں سے بھی کافور ہوگئے، اور خود پنڈت جی تو وہاں سے بھی چل دیے البتہ ان کے حواری لالہ انند لال نے مذہب اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا جس کا جواب

حضرت نانوتویؒ نے اپنی کتاب "جواب ترکی بہ ترکی" میں دیا ہے، چنانچہ اسی کتاب "جواب ترکی بہ ترکی" میں لکھا کہ "پھر پنڈت دیانند کہیں پھر پھرا کر میرٹھ پہنچے اور وہاں بھی ان کے وہی دعوے تھے، اور نیز اسی میں تصریح ہے کہ "ہر چند مرض کے بقیہ اور ضعف کے سبب قوت نہ تھی، مگر ہمت کرکے (میرٹھ) پہنچے"، اور پھر لکھا ہے کہ "مولوی قاسم صاحبؒ نے پنڈت جی کو میرٹھ سے بھگا کر کہیں کا کہیں پہنچایا" (ص ۳۹) اور وہ (پنڈت جی) بہانہ کرکے وہاں سے کافور ہوگیا" اِس سب واقعہ کی تفصیل سوانح قاسمی (جلد دوم ص ۵۱۲، ۵۱۳ مصنفہ مولانا گیلانیؒ) میں مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی کچھ ایسے حواس باختہ ہوگئے کہ اُن کو نہ تو فرار کے بغیر کوئی اور راہ نظر آتی ہے اور نہ سر چھپانے کے لیے کوئی اوٹ ؎

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

اِن حضرات کی یہ اسلامی خدمات صرف ہندوستان ہی میں مشہور نہیں بلکہ مرکزِ ایمان مکہ مکرمہ وغیرہ میں بھی معروف ہیں، چنانچہ مکہ مکرمہ کے ایک رسالہ میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ:-

"اور حقیقت یہ ہے کہ آریوں کے دیانند سرسوتی کے مقابلہ کے لیے خاص طور پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ظہور تائیدِ غیبی ہی کا نشان ہے اور پھر جس طرح عقائدِ حقہ کی اشاعت اور ردّ بدعات کا اہم کام مولانا محمد قاسم

صاحبؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور اس جماعت کے دیگر مقدس افراد کے ذریعہ انجام پایا، اِس کے آثارِ باقیہ اب بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ایک مجاہد معمار۔ شائع کردہ مرکزی دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ مکرمہ) اور مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ (المتوفی ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۳ء) نے "حیات شبلی" کے دیباچہ میں ان اکابر کی علمی اور اصلاحی خدمات کا عمدہ تذکرہ کیا ہے۔

کچھ اپنوں کے بارے میں

یہ جو کچھ بھی عرض کیا گیا ہے کہ جابر برطانیہ پادریوں اور آریوں کے فتنے اسلام کے خلاف جو کچھ کرتے رہے وہ تو اُنہوں نے کیا ہی مگر صد افسوس ہے کہ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لگائے اور خون اور پسینہ سے سینچے ہوئے باغ کو ویران کرنے کی کوشش میں صرف دشمن ہی نہیں بلکہ محبت نما دوست بھی مصروف تھے، معصیت اور جہالت کی گھنگھور گھٹائیں اُمنڈ اُمنڈ کر ہندوستان پر محیط ہو گئی تھیں، بھولے بھالے مُسلمان ہندوؤں کی روش اور ان کے رسم و رواج کے کچھ ایسے غلام اور دلدادہ بن چکے تھے کہ بجائے سنّت نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ) انہی رسوم و رواجوں میں ان کو جس کروٹ کوئی لٹاتا وہ لیٹتے اور جس پہلو ان کو کوئی بٹھاتا وہ بیٹھتے، دین سے غفلت اور بے خبری اکثر مسلمانوں کے دلوں پر اس طرح چھائی ہوئی تھی جس طرح موسم برسات میں سیاہ گھنے بادل آفتاب کو ڈھانپ لیتے اور دن کو رات بنا دیتے ہیں، غرضیکہ دلوں کی کایا کچھ ایسے رنگ میں پلٹی ہوئی تھی کہ بربادی کا نام شادی، جہل کا نام علم، مشرکانہ رسوم کا نام دین

اور خرافات و شعبدہ بازی کا نام کشف و کرامات تجویز کر رکھا تھا، ضلالت اور گمراہی کا طوفان ہدایت اور رشد کی مضبوط دیواروں سے ٹکراتا اور شور مچاتا ہوا چلا جاتا تھا، علمِ شریعت کی تحقیر اور سنتِ نبویہ کی تذلیل و توہین بڑھتی جاتی تھی، عوام علماءِ حق سے اپنے آپ کو مستغنی اور بے نیاز سمجھتے تھے، محدثات اور بدعات کو جزوِ اسلام بنالیا گیا تھا کہیں نیچریت سر اُٹھاتی تھی تو کہیں اہلِ بدعت بدعات میں منہمک تھے، کہیں رفض و تشیع کا غلبہ تھا تو کہیں عدمِ تقلید جنم لے رہی تھی، کہیں ڈھول و سارنگی کھڑکتی اور قوالیاں ہوتی تھیں تو کہیں بازاری عورتوں کے گانے پہ وجد و حال کی محفلیں گرم دکھائی دیتی تھیں، کہیں گور پرستی کا تعزیہ پرستی کا عروج تھا، تو کہیں حُبِ جاہ و مال اور طمع نفسانی کی اُمنگیں پورے جوبن پر تھیں، اس وقت ایسے حالات کو دیکھ کر اہلِ دل حضرات پر کیا گزری ہوگی۔ پُوچھنا ہی کیا؟ ؎

بیمارِ غم کا حال خود آنکھوں سے دیکھ لو
کیا پُوچھتے ہو دل پہ جو گزری گزر گئی!

تاریخ قیامِ دارالعلوم دیوبند

یہ تھے وہ مختصر سے دل گداز اسباب و علل جن کی وجہ سے حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقائے کار نے فراستِ ایمانی اور دیدۂ بصیرت سے اندازہ کرلیا کہ اگر ان نازک حالات میں مذہبی اور دینی طور پر مسلمانوں کی حفاظت و تربیت کا کوئی معقول اور خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا اور قرآن و حدیث، فقہ و تاریخِ اسلامی اور سلفِ صالحین کے اعلیٰ

کارناموں اور اقدار سے ان کو باخبر نہ رکھا گیا تو سخت خطرہ ہے کہ (العیاذ باللہ) مسلمان کہیں نصرانیت اور دیگر فتنوں کے دامِ ہم رنگ زمین ہی میں نہ اُلجھ جائیں، جس جال کو بچھانے میں شاطرانِ افرنگ اور پنڈتوں اور دیگر باطل پرستوں کے عزائم و مساعی کوئی رازِ پنہاں نہ تھے، مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی کو پراگندہ کرنے اور آئندہ ان کو دینی ماحول اور دینی علوم و فنون سے بے بہرہ رکھنے کی جو کوشش و کاوش اس ملک میں ہو رہی تھی، ان تمام پریشانیوں کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقاءِ کار کو نتیجہ رس دماغ اور سیماب کی طرح بے قرار دلِ مرحمت فرمایا تھا، جو مستقبل بعید کو اپنے تدبّر و تفکّر کے آئینہ میں حال کی طرح دیکھ رہے تھے اور متلاشیانِ حق کے ایک ایک فرد کو زبانِ حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے ؎

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دَور کی دُھندلی سی اِک تصویر دیکھ

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات (اسی دِن ہفتہ بھر کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں) تاریخ کا وہ مبارک دِن تھا جس میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی امانت کا چشمۂ علم سرزمینِ دیوبند سے پھوٹا اور رُشد و ہدایت کا پودا شجرۂ طوبیٰ بن کر پھیلا جس کے لذیذ پھل سے دنیائے اسلام کی علمی بھوک ختم ہوئی، اور جس کی سرسبز و شاداب شاخوں کے سایہ کے نیچے جہالت اور غفلت کی بادِ سموم میں جھلسنے والوں کو چین اور اطمینان نصیب ہوا اور اس صاف اور شفاف چشمہ سے نہریں اور

ندیاں پھوٹ پھوٹ کر نکلیں اور ایشیا بھر کے مُردہ دلوں کو زندہ اور اجڑے ہوئے قلوب کو لہلہاتا ہوا چمن بنا دیا۔

اِس مبارک تقریب میں بہت سے باخدا بزرگ جمع ہوئے اور دار العلوم دیوبند کی موجودہ عالیشان عمارت کے متصل جنوب کی طرف مسجد چھتہ میں انار کے درخت کی ٹہنیوں کے سایہ میں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا، اور سب سے پہلے معلّم حضرت مُلّا محمودؒ صاحبؒ اور سب سے پہلے متعلم حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی قرار پائے۔

اس مبارک مدرسہ کے آغاز کی خبر جب بتانے والوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو بتائی اور یہ کہا کہ حضرت ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، اس کے لیے دعا فرمائی جائے (کیونکہ مدرسہ کے بغیر احیاءِ دین کی اس وقت اور کوئی صورت نظر نہیں آتی) تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔

سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے، یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر میں سربسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ خداوندا ہندوستان میں بقاءِ اسلام اور تحفظِ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر، یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔"

(علماءِ حق کے مجاہدانہ کارنامے حصّہ اوّل ص۱۷، سوانح قاسمی جلد ۲ ص۲۲۳ از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

بلاشبہ دار العلوم دیوبند ہندوستان میں تحفظ اور بقائے اسلام کا ذریعہ ہے اور

اس کی وجہ سے ہزاروں پیاسوں کو سیرابی نصیب ہوئی ہے۔ آہ ؎

پینے میں آ گیا کہاں لپٹی ہیں اُڑ کے مستیاں
اتنی ہے تُندمے یہاں مست ہوں اور پی نہیں

عشقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چند واقعات

حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقاءِ کار اور عقیدتمندوں کو جس درجہ اور جس قدر والہانہ عشق و محبت اور اخلاص و عقیدت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ہے، اس کا انکار بغیر کسی متعصب اور سوائے کسی متعنت کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ رومانی افسانوں میں مجنوں بنی عامر کے عشق و محبّت کے بڑے بڑے افسانے زبان زدِ خلائق ہیں لیکن اگر مجنوں سگِ کوچۂ لیلیٰ پر فدا تھا تو حضرت نانوتویؒ اور اُن کے رفقائے کار مدینہ طیّبہ کی مبارک گلیوں کے ذرّات پر قربان و نثار تھے۔ اگر مجنوں لیلےٰ کے عشق میں مجبور و مقہور تھا تو یہ حضرات عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں بے چین و بے قرار تھے، اگر مجنوں لیلےٰ کی اداؤں پہ مفتون تھا تو یہ حضرات اپنے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیاری سنّتوں کے شیدائی تھے، اگر مجنوں لیلےٰ کے اُنس و الفت کے دام میں گرفتار تھا تو یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تعلق و علاقہ پہ نثار تھے، اور آپ کے لگاؤ اور آپ کی پسند کو جانِ عزیز سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے تھے، کیونکہ وہ یہ جانتے اور دل سے مانتے تھے کہ دینی اور دُنیوی تمام لذّتوں کا سرچشمہ ہی اُس برگزیدہ ہستی کے ساتھ مودّت اور عقیدت ہے جن کے ارشاد فرمودہ ایک جملہ کے مقابلہ میں دنیا بھر کے لعل و گوہر

اور ہفت اقلیم کی دولت اور خزانے قطعاً کوئی وقعت وحیثیت نہیں رکھتے اور جن کے پیارے اقوال وافعال اور اسوہ حسنہ کے مقابلہ میں کوئی لذیذ اور خوش آیند سے خوش آیند چیز بھی ایک رتی بھر کا وزن نہیں رکھتی، جن کا اسم گرامی دُنیا کی تمام شیرینیوں اور شربتوں سے میٹھا اور جن کی ایک ادنیٰ سنّت بھی جواہرات سے مرصّع تاج شاہی سے بھی زیادہ مرغوب وپسندیدہ ہے کیا ہی خوش قسمت ہے وہ قوم جس کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم جیسا افضل المخلوقات نبی اور آپ کی شریعت جیسی بیش بہا شریعت مِل گئی جس کے بعد کسی اور کمال اور خوبی کی سرے سے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہتی، کیا خوب کہا گیا ہے کہ ؎

شراب خوشگوارم ہست ویار مہرباں ساقی
ندارد ہیچ کس یارے چنیں یارے کہ من دارم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ کے عشق نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف تحیۃ وسلام) کے واقعات قولی اور فعلی تو بہت کچھ ہیں جن کے بیان کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں، ہم صرف چند واقعات بطور نمونہ باحوالہ عرض کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جُوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں، لیکن حضرت نانوتویؒ نے ایسا جُوتا مدّت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفۃً لا دیتا، تو اس کے پہننے سے اجتناب وگریز کرتے اور آگے کسی کو ہدیہ دے دیتے، اور سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لیے گریز کرتے کہ سرور دوجہاں

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے گنبدِ خضراء کا رنگ سبز ہے پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیسے اور کیونکر استعمال کئے جا سکتے ہیں؟ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت استاذنا المکرم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ (المتوفی ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء) حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

"تمام عمر کینحت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا، اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔" (الشہاب الثاقب ص۵۲)

اندازہ کیجئے اِس نظرِ بصیرت اور فریفتگی کا کہ گنبدِ خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ بھی کس قدر عقیدت والفت ہے جس کے اندر عظیم المرتبت مکین آرام فرما ہیں جن کا نظیر، جن کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ تاقیامت آسکتا ہے، علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

۲۔ حضرت نانوتویؒ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ سے کئی میل دُور ہی سے پا برہنہ چلتے رہے، آپ کے دِل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیارِ حبیبؐ میں جوتا پہن کر چلیں حالانکہ وہاں سخت نوکیلے سنگریزے اور چبھنے والے پتھروں کی بھرمار ہے، چنانچہ حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ جناب مولانا حکیم منصور علیخاں صاحب حیدر آبادیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جو اس سفرِ حج میں حجۃ الاسلام کے

رفیق سفر تھے کہ۔

" مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شب تاریک میں اسی طرح چل کر پا برہنہ پہنچ گئے"   (سوانح قاسمی جلد ۲ صلا)

اور نیز حکیم موصوف کے حوالہ ہی سے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

جب منزل بمنزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا، جہاں روضۂ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا، فوراً جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنے نعلین اتار کر بغل میں دبالیں اور پا برہنہ چلنا شروع کیا" (ایضاً ص ۶۰،۶۱)

ملاحظ فرمایئے کہ حضرت نانوتوی کو مدینہ طیبہ اور گنبد خضرا کے ساتھ کس قدر عقیدت اور کیسی فریفتگی تھی، اور دیکھیے کہ حسن تادّب کا کیا ہی بہترین طریقہ اختیار فرما کر اپنی فرط محبت کا اظہار فرمایا اور یہ ساری عقیدت و محبت امام الانبیاء خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اس سنگلاخ رقبہ اور پتھریلی زمین کی فی نفسہٖ کیا قدر ہے؟ جو کچھ بھی ہے اور جتنی کچھ بھی ہے وہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت ہے اور آپ ہی کے واسطے سے ہے اور ایسے ہی موقعے کے لیے کسی کشتۂ عشق نے یہ کہا ہے کہ ؎

وما حُبّ الدّیار شغفن قلبی

ولکن حب من سکن الدّیارا

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک

کا وہ حصہؓ جو آپ کے جسدِ اطہر سے لگتا ہے عرش سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو وفا الوفیٰ جلد ا صہ ۱۹، سیرت حلبی ج ۲ صہ ۳۲ اور روح المعانی ج ۱۵ صہ ۲۲۱ وغیرہ) اور اس کی وجہ بھی صرف اور صرف یہ ہے کہ ؎

عرش پر گرہ فرش بھاری ہے تو ہے اُس خاک سے
جس میں محوِ خواب ہے کون و مکاں کا تاجدار

۴۔ انگریز کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ بھی بنفسِ نفیس خود شاملی وغیرہ میں شامل تھے، اور تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ جب ظالم انگریز کی طرف سے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تو اس کے لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ و دو میں پھرتے رہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کو کمال شجاعت، استقلال اور ہمتِ قلب عطا فرمائی تھی، اس لیے وہ ہر قسم کے نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کھلے بندوں پھرتے تھے، مگر اعزہ اور اقارب اور ہمدردوں کی طرف سے جب شدید اور بلیغ اصرار ہوا کہ حضرت وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر ضرور روپوش ہو جائیں تو ان کے اصرار کی وجہ سے تین دن روپوش رہے، اور لکھا ہے کہ۔

"تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے چلنے لگے، لوگوں نے پھر منت روپوشی کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ تین دن سے زیادہ

روپوش ہونا سنّت سے ثابت نہیں کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین ہی دن روپوش رہے ہیں " (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۶۲، ۱۶۳ از مولانا گیلانی)

داد دیجئے اس جذبۂ اتباعِ سنت کی کہ ظالم انگریز اُن دنوں اہلِ ہند کے خلاف عموماً اور مسلمانوں کے خلاف خصوصاً سفاکانہ اور قاتلانہ حربے استعمال کر رہا تھا اور نہایت بے دردی کے ساتھ مظلوموں کے ناحق خون سے ہولی کھیلتا تھا، وہ کون سی حیا سوز اور دل آزار حرکت تھی جو اس ظالم نے مجاہدوں کے خلاف روا نہ رکھی تھی اور وہ کونسی غیر انسانی کارروائی تھی جو اُس نے چھوڑ دی تھی؟ اُس وقت انگریز کا ظلم و جور اور تعدّی و ستم اپنے نقطۂ عروج پر تھا لیکن حجۃ الاسلام اپنی حیات سے بے نیاز ہو کر اس موقعہ پہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنّتِ اضطراری کو ترک کرنے پر باوجود شدید اصرار کے آمادہ نہ ہوئے اور تین دن کے بعد فوراً باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے لگے اور اس روپوشی کی حالت میں بھی آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے عشق و محبت کا تعلق اور رابطہ مستحکم ہی رکھا اور اس نازک حالت میں بھی سنّت پہ نگاہ جمی رہی ؎

تھا اسیری میں بھی کچھ ایسا تعلق روح کو
ہم قفس میں روز خوابِ آشیاں دیکھا کیے

۴۔ حضرت حجۃ الاسلامؒ نے نظم اور نثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جو مدح اور تعریف بیان کی ہے اور جس خلوص و عقیدت سے اس کا اظہار کیا ہے، اُن کی

کتابوں کو پڑھنے اور دیکھنے والا بجز کسی متعصّب کے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، تمام کتابوں کی عبارتیں جو نظم و نثر میں آپ نے سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلّم کی توصیف و تعریف میں بیان فرمائی ہیں، نقل اور پیش کرنا تو کارے دارد صرف بطور نمونہ ہم قصائدِ قاسمی کے پہلے قصیدہ سے (جو ایک سو اکیاون ۱۵۱ اشعار پر حاوی ہے) صرف چند اشعار بلا رعایتِ ترتیب پیش کرتے ہیں، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمّدِ مختار
فلک پہ سب سہی، پر ہے، نہ ثانیِ احمدؐ زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمّدی سرکار

تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب خدا ہے آپ کا عاشق تم اُسکے عاشقِ زار
تو بُوئے گُل ہے اگر مثلِ گُل ہیں اور نبی تو نورِ شمس اگر اور انبیا ہیں شمسِ نہار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہونے میں جو ہو سکے تو خدائی کا ایک تری انکار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
کہاں بلندیِ طور اور کہاں تری معراج کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حسنِ یوسفؑ کا وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت　　نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار
سوا خدا کے بھلا تجھ کو کوئی کیا جانے　　تُو شمس نور ہے شپّر نمط اُولُوا الابصار

کفیلِ جُرم اگر آپ کی شفاعت ہو　　تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار
ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرّہ طاعت　　گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کئے میں نے　　تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
تمہارے حرفِ شکایت پہ عفو ہے عاشق　　اگر گناہ کو ہے خوفِ غصۂ قہار
یہ سُن کے آپ شفیع گناہگاراں ہیں　　کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

مدد[1] کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا　　نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامیِ کار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی　　کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا　　بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار

---

[1] اس مدد سے مافوق الاسباب قسم کی مدد جو خاصۂ خداوندی ہے ہرگز مراد نہیں جیسا کہ بعض اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے شفاعت کی مدد مراد ہے جو قیامت کے دن ہوگی لہٰذا اسی قصیدہ کے اس سے پہلے اشعار اس کا واضح قرینہ اور دلیل ہیں جن میں صاف طور پر شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے ۱۲ مصنف

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید یہ ہے ۔ کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں ۔ مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ مُرغ و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے ۔ کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اُڑا کے باد مری مُشتِ خاک پس مرگ ۔ کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار

وہلے یہ رُتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسمؒ کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

(قصیدۂ قاسمی از ص۵ تا ۹ ملتقطاً)

تدبر فرمایئے کہ ایک ایک شعر میں کس طرح حضرت نانوتویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ ہیؐ کی بدولت مدینہ طیبہ) سے اظہار عقیدت کیا ہے اور کس طرح ایک ایک مصرع سے عشقِ نبوی ٹپک اور چھلک رہا ہے اور کس شانِ جلالت کا اظہار ان اشعار (بلکہ سارے قصیدہ) میں کیا ہے ، ہر باخدا اور منصف مزاج آدمی اس سے صحیح طور پر اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کس طرح انتہائی عقیدت اور بے حد محبّت تھی اور کس طرح سوز و گداز کے ساتھ وہ اپنی بے چارگی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے علوِ مرتبت کا ترانہ لگاتے ہیں اور آپ کے

لہ مولانا مرحوم خود ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو مکین مقصود ہوتا ہے اس طرف کو آداب و نیاز بجالاتا ہے تو اُس آداب نیاز کو ہر شخص صاحب خانہ کے لیے سمجھتا ہے (قبلہ نما صہ ۲)

عشق میں کس بے تابی، بے چینی، اور بے قراری کا ذکر فرماتے ہیں، اور کس بے حد خوش عقیدگی کے ساتھ مدینہ طیبہ کی گلیوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

۵۔ نثر میں حضرت نانوتویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں جو کچھ فرمایا اس پر ان کی تمام کتابیں شاہد عدل ہیں، ہم ان کی تصنیف لطیف قبلہ نما کا ایک حوالہ عرض کرتے ہیں، حضرتِ موصوفؒ پنڈت دیانند سرسوتی کو اس اعتراض کا کہ مسلمان بھی (معاذ اللہ) بت پرست ہیں کیونکہ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں جواب دیتے ہوئے چھٹا جواب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"چھٹے اہلِ اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہے جو بذاتِ خود موجود ہو اور سوا اس کے سب اپنے وجود و بقا میں اس کے محتاج ہوں اور سب کے نفع و ضرر کا اس کو اختیار ہو اور اس کا نفع و ضرر کسی سے ممکن نہ ہو، اس کا کمال و جمال و جلال ذاتی ہو اور سوا اسکے سب کا کمال و جمال و جلال اس کی عطا ہو مگر موصوف بایں وصف ان کے نزدیک بشہادت عقل و نقل سوا ایک ذاتِ خداوندی کے اور کوئی نہیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک بعدِ خدا سب میں افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، نہ کوئی آدمی ان کی برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش نہ کرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ ان کا ہم پلہ، مگر بایں ہمہ ان کو بھی ہر طرح خدا تعالیٰ کا محتاج سمجھتے ہیں، ایک ذرہ کے بنانے کا ان کو اختیار نہیں ایک رتی برابر کسی کے نقصان کی ان کو قدرت نہیں، خالق کائنات خواہ فاعل خواہ افعال اہلِ اسلام کے

نزدیک خدا ہے وہ نہیں اسی لیے کلمۂ شہادت میں مدار کار ایمان ہے یعنی
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عبدیت اور رسالت
کا اقرار کرتے ہیں، اس صورت میں اہلِ اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی
کے لیے متصور نہیں، اگر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیلئے ہوتی،
مگر جب ان کو بھی عبد ہی مانا معبود نہیں مانا بلکہ انکی افضلیت کی وجہ ان کی
کمال عبودیت اور عبدیت کو قرار دیا تو پھر خانۂ کعبہ کو ان کا معبود اور مسجود قرار
دینا بجز تہمت یا کم فہمی و جہالت اور کیا ہوسکتا ہے" الخ (قبلہ نما ص۵)

اس سے قبل حضرت نانوتویؒ پانچ جوابات اور بیان فرما چکے ہیں جن میں سے بعض کا
مختصر سا خلاصہ یہ ہے کہ۔

" اہلِ اسلام کعبہ کی طرف منہ تو ضرور کرتے ہیں لیکن عبادت کعبہ کی نہیں کرتے اور
نہ اس کو مسجود لہٗ سمجھتے ہیں، عبادت تو صرف اللہ تعالےٰ ہی کی کرتے ہیں،
کعبہ تو صرف ایک جہت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار مصلحتوں کے علاوہ
ایک اس مصلحت کے لیے متعین فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کا اس یکجہتی کی وجہ
سے اتفاق و اتحاد قائم رہے" (محصلہ بتوضیح)

قبلہ نما کی اس عبارت سے جہاں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور جناب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلّم کی جلالت شان اور منصبِ رسالت واضح ہوتا ہے، اس سے یہ

"مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا" وغیرہ اشعار و عبارات کا مطلب بھی بالکل عیاں و آشکارا ہو جاتا ہے کہ نہ تو حضرت نانوتویؒ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نافع اور ضار سمجھتے ہیں اور نہ اِس ارادہ سے آپ کو پکارتے اور مدد مانگتے ہیں جیسا کہ بعض اہلِ بدعت نے سوءِ فہم سے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ محض عشق و محبّت کے طور پر یہ ندا اور خطاب ہے، نہ یہ کہ حاضر و ناظر سمجھ کر ان سے استمداد کی گئی ہے، وہ تو حاضر و ناظر سمجھنے کو کفر لکھتے اور سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اور الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیئے، ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھیئے کہ یہ پیغام فرشتے پہنچاتے ہیں والسّلام (فیوض قاسمی ص۴۸)

حج

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تین مرتبہ حضرت مولانا نانوتویؒ کو حج کرنے کی توفیق اور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گنبدِ خضرا کی زیارت سے متمتع ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے، پہلا حج اُنہوں نے ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء میں دوسرا ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں اور تیسرا ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں کیا ہے اور ان اسفار میں جو روحانی لذّت انہوں نے محسوس کی وہ صرف اُن کا قلبِ مبارک ہی ادراک کر سکتا تھا دوسرا بھلا اس کو سمجھے تو کیونکر سمجھے اور بیان کرے تو کیسے بیان کرے ؎

واعظم ما یکون الشّوق یوما اذا دنت الخیام من الخیام

حفظِ قرآن کریم

حضرت نانوتویؒ تصحیح کُتب اور دینی بحث و مباحثہ اور سرگرمیوں میں ایسے منہمک رہتے تھے کہ اِن اہم دینی کاموں سے فراغت کا موقع ہی ہاتھ نہ آتا تھا اور دِل میں قرآنِ کریم کے حفظ کا جو شوق تھا وہ کب چین لینے دیتا تھا، بالآخر دو سال کے صرف دو رمضان میں قرآنِ پاک یاد کر لیا اور ایسی روانی کے ساتھ سناتے تھے کہ کوئی کہنہ مشق اور پختہ کار حافظ بھی شاید ایسا نہ سنا سکتا ہو، چنانچہ خود ان کا اپنا بیان (سوانح قاسمی صـ۱۴ از مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں) ہے۔

" فقط دو سال رمضان میں مَیں نے یاد کیا ہے اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کر لیا اور جب سنایا ایسا صاف سنایا جیسے اچھے پُرانے حافظ"

اور یہ کلام اللہ کی عظمت اور اُس کی طرف پوری توجّہ اور محبّت کا نتیجہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف سینہ میں نقش ہو گیا ؂

تر کی بھی شیریں تازی بھی شیریں حرفِ محبت نہ ترکی نہ تازی

وفاتِ حسرت آیات

آہ! وہ وقت بھی آ ہی پہنچا جس سے کسی مخلوق کو مفرّ نہیں، لاکھوں تدبیریں کی جائیں پر اس سے چھٹکارا نہیں، ہزاروں انتظامات مہیا کر لئے جائیں لیکن اس سے خلاصی نہیں، سینکڑوں محافظ پاس کھڑے کر لئے جائیں مگر اس سے رہائی نہیں حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاوہ تعویذوں اور گنڈوں اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ کوئی مخلص تلاش

کیا جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں، بھلا یہ قضائے مبرم بھی کبھی ٹلی ہے؟ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کا پیالہ ہر ایک کو پینا ہی ہے، اگر رہے گی تو صرف وہ ذات جس کے بغیر خالق و مالک اور کارخانۂ جہاں میں کوئی متصرف نہیں، اَلْبَقَاءُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ۔

بالآخر ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء بروز جمعرات بعد از نماز ظہر ہندوستان کا یہ درخشندہ ستارہ انگریز کے خلاف لڑنے والا بہادر سپاہی پادریوں کا تعاقب کرنے والا نڈر مناظر، آریوں کے چھکے چھڑانے والا، بے باک ناقد اسلام کے خلاف فتنوں کی سرکوبی کے لیے اپنی جانِ عزیز تک پیش کرنے والا جاں نثار مسلمان سخاوت و ایثار کا پتلا، قوم و ملّت کا ہمدرد، علومِ دینیہ کے احیاء کا علمبردار، حامیٔ سنّت اور ماحیٔ بدعت حکیمانہ انداز سے حقانیت اسلام کو دلنشیں کرنے والا فصیح مبلّغ اور زادِ قلیل پر قناعت کرنے والا بے نفس صوفی موت کی آغوش میں جا پہنچا اور ہزاروں دلوں کو زخمی کر گیا اور دیوبند ہی میں حکیم مشتاق احمد صاحبؒ کے خطہ ارضی میں سب سے پہلی قبر ہی حضرت نانوتویؒ کی بنی اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اس بزرگ ہستی پر جس کے لگائے ہوئے مبارک پودے کی وجہ سے ہم روحِ اسلام سے سرفراز ہوئے ہیں، آمین ثم آمین۔ ع ویرحم اللہ عبداً قال امینا

الزامات

زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ پر کیے گئے بعض سنگین الزامات کا ذکر کرکے ان کے جوابات بھی عرض کر دیں تاکہ سب منصف

مزاج حضرات بخوبی یہ اندازہ فرمالیں کہ مخالفین نے کس طرح تعصب عناد، دجل اور تلبیس سے کام لیا ہے، حق پرست تو انشاء اللہ ضرور مطمئن ہو جائیں گے البتہ خود غرض اور متعنت قسم کے لوگ اپنی ضد کو ترک کرنے پر کبھی راضی نہ ہوں گے اور ایسے لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھوں معجزات دیکھ کر اور بالمشافہ ان کی پاک زبانوں سے کلام سن کر بھی نہیں مانتے ایسے لوگوں کے لیے اس جہان میں سر سے کوئی علاج ہی نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ؎

باش کہ تا طبلِ قیامت زنند　　آن تو نیک آید و یا این ما

ختمِ نبوّت

جس طرح توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کے عقائد قطعی ادلّہ سے ثابت ہیں اور جن میں ذرّہ بھر بھی شک و شبہ نہیں اسی طرح امام الانبیاء، سیّد ولدِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ختمِ نبوّت بھی قطعی اور محکم براہین سے ثابت ہے جس کے منکر یا مؤوّل کے کفر و ارتداد میں رتّی برابر اشتباہ نہیں، قرآنِ کریم کی بے شمار آیات اس پر صراحت سے دلالت کرتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خاتم النبییّن ہیں۔ منجملہ ان سے ایک یہ آیت کریمہ بھی ہے کہ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ	محمد صلی اللہ علیہ وسلّم تمہارے مردوں میں سے کسی
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	کے باپ نہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۰	اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ

سب چیزوں کو جانتا ہے۔ (پ ۲۲۔ احزاب ۵)

اِس آیت کریمہ میں پروردگارِ عالم نے آپ کا اسمِ گرامی لے کر وضاحت سے یہ بیان فرما دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم خاتم النبیّن ہیں، اِس آیت کریمہ میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام اور منصب بیان فرمایا تو رسول اللہ کے الفاظ سے بیان فرمایا کہ ایک خاص علمی اصطلاح کی رُو سے رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہو۔ چونکہ آپ صاحب کتاب ہیں اور مستقل شریعت لے کر تشریف لائے ہیں اس لیے اس مرتبہ کو تو وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ سے تعبیر فرمایا اور جب ختمِ نبوّت کا مسئلہ ارشاد فرمایا تو خَاتَمَ الرُّسُلِ نہیں فرمایا (جس کا مطلب اس سابق اصطلاح کے مطابق یہ ہوتا کہ آپ شرعی اور تشریعی نبوّت کے خاتم ہیں) بلکہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ صاحب شریعت نبی تو آپ کے بعد کوئی کیا آتا؟ غیر تشریعی نبوّت اور غیر تشریعی نبیوں کے لئے بھی آپ خاتم ہیں اور ہر قسم کی رسالت اور نبوّت آپ پر ختم ہو چکی ہے، اب ایسی ماں ہی دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتی جو کسی نبی کو جنم دے، چنانچہ ایک صاف، صریح اور صحیح حدیث میں جو حضرت انس بن مالکؓ (المتوفی ۹۲ھ) سے مروی ہے یوں آیا ہے کہ :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بے
ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت	شک رسالت اور نبوّت ختم ہو چکی ہے نہ تو
فلا رسول بعدی ولا نبی (الحدیث)	میرے بعد کوئی شریعت والا نبی آسکتا ہے

(ترمذی ج۲ ص۵۱ وقال صحیح) اور نہ غیر تشریعی نبی۔

غور فرمایئے کہ کس طرح واشگاف الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے رسالت اور نبوّت کے انقطاع کا حکم ارشاد فرمایا اور یہ تصریح فرمادی کہ میرے بعد نہ تو کوئی تشریعی نبی آسکتا ہے اور نہ غیر تشریعی، یہی وجہ ہے کہ اُمّت مُسلمہ کا اس پر کُلّی اتفاق اور اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد نبوّت کا دعوٰی کرنا سراسر کفر ہے چنانچہ حضرت ملّا علی رالقاری الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) جو گیارھویں صدی کے مجددوں میں شمار ہوتے ہیں) ارقام فرماتے ہیں کہ۔

ودعوی النّبوّة بعد نبیّنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کفر بالاجماع — ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت کا دعوٰی کرنا بالاجماع کفر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ طبع کانپور)

اور ختم نبوّت کا مسئلہ اتنا واضح اور مبرہن ہے کہ امام صدر الائمہ موفق بن احمد المکی الحنفیؒ (المتوفی ۵۶۸ھ) نقل کرتے ہیں کہ۔

تنبأ رجل فی زمن ابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ وقال امھلونی حتّی اجیٔ بالعلامات فقال ابو حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ من طلب منه علامة فقد کفر لقول النّبی صلی اللہ — امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعوٰی کیا اور اُس نے یہ کہا کہ مجھے مہلت دو تاکہ میں تمہیں نشانیاں بتلاؤں اس پر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جس نے اس سے کوئی علامت طلب کی تو کافر ہو

جائے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیہ وسلم لا نبی بعدی۔
فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۶۱ طبع حیدرآباد دکن)
رأس الاتقیاء سیّد الفقہاء اور سراج الائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) کا یہ فتویٰ کس قدر واضح ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی اس لیے کسی مدعیٔ نبوّت سے کوئی علامت اور نشانی طلب کرنا بھی کفر ہے، کیونکہ آپ کے بعد جب کسی کو نبوّت ملنے کا امکان ہی نہیں تو پھر علامت اور نشانی کے طلب کرنے کا کیا معنیٰ؟ ہمیں اس مقام پر ختم نبوّت کے اثبات اور اس کے دلائل سے بحث نہیں ہمارے بیشتر اکابر نے عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں ختم نبوّت کے مسئلہ پر علمی اور ٹھوس دلائل پیش کرکے بڑی بڑی ضخیم کتابیں اور عمدہ مضامین لکھے ہیں اور بلاخوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوّت پر جو دلائل ہمارے اکابر نے جمع کئے اور تحفظ ختم نبوّت کا جو عملی ثبوت دیا ہے، صدیوں سے کسی فرقہ نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔ راقم الحروف بھی اس مسئلہ پر ایک خاص انداز سے کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے، بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ ختم نبوّت کا مسئلہ ایک اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے جسکے اثبات کے لیے دلائل و براہین کے انبار موجود ہیں اور اُمّتِ مسلمہ میں اس کا کوئی منکر نہیں ہوا۔ باقی رہا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول تو وہ بھی متواتر احادیث اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے اس کا منکر بھی ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ ختم نبوّت کا منکر کافر ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور آمد

سے مسئلہ ختم نبوّت پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی، راقم الحروف اس کو اپنی کتاب نزولِ مسیح میں بادلائل عرض کرے گا انشاءاللہ العزیز۔

پہلا الزام

ختمِ نبوت اور حضرت نانوتویؒ

ہم نے عربی، فارسی اور اردو میں بہت سی کتابیں مسئلہ ختم نبوّت پر پڑھی ہیں لیکن بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ جس نرالے، انوکھے اور ٹھوس عقلی انداز میں جو خامہ فرسائی حضرت نانوتویؒ نے اس مسئلہ پر کی ہے ہم نے اور کہیں نہیں پڑھی لیکن چونکہ حضرت کا اندازِ تحریر و بیان خالص محققانہ اور عالمانہ ہے اس لیے بعض کوتاہ فہم یا خودغرض لوگوں نے حضرت کی بعض عبارات کا مطلب کچھ سے کچھ بنا ڈالا ہے۔ ایک طرف تو مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفیٰ ۱۳۴۰ھ) اور ان کے پیروکار ہیں جو اس ضد پر مصر ہیں کہ حضرت نانوتویؒ (معاذ اللہ) ختم نبوّت زمانی کے منکر ہیں لہٰذا وہ کافر ہیں اور ان کو کافر نہ سمجھنے والا بھی کافر ہے بلکہ جو انکے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے (العیاذ باللہ) اور دوسری طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (المتوفی ۱۹۰۸ء) اور اُن کے اتباع و اذناب ہیں جو حضرت نانوتویؒ کی بعض عبارات سے اجرار نبوّت پر استدلال کرتے ہیں اور جھوٹی و خانہ ساز نبوّت کی کھوکھلی عمارت کی بنیاد ان پر قائم کرتے ہیں اس لیے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ختم نبوّت کے مسئلہ میں حضرت نانوتویؒ کا نقطۂ نظر خود ان کی اپنی عبارات کی روشنی میں دیکھیں کہ آپ کیا فرماتے

ہیں اور غلط کار اور خود فریب لوگ کیا کہتے ہیں؟ اور لوگوں کو کیا باور کراتے ہیں مگر ع

خوابِ غفلت میں رہیں گے تابہ کے اہلِ چمن

حضرت نانوتوی ختم نبوّت کے تین درجات اور مراتب بیان کرتے ہیں، ختم نبوت مرتبی، ختم نبوۃ مکانی اور ختم نبوۃ زمانی، اور باقی دو درجوں کو تسلیم کرتے ہوئے وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ درجہ اور رُتبہ ختم نبوّت مرتبی ہے، جو ختم نبوت زمانی کے لیے علّت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بایں معنیٰ خاتم النبیّین ہیں کہ نبوّت کے تمام مراتب آپ پر ختم ہیں اور تمام مخلوق میں آپ کے اوپر کسی اور کا رُتبہ نہیں اور چونکہ آپ وصفِ نبوّت کے ساتھ بالذّات متّصف ہیں اور باقی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام بالعرض متصف ہیں، اس لیے اگر ان مراتب میں سے صرف ایک لیا جائے تو دلیل مطابقی کے طور پر لفظ خاتم النبیّین ختم نبوّت مرتبی پر دلالت کرتا ہے اور ختم نبوۃ زمانی کا ثبوت دلیل التزامی سے متحقق ہے، اور آپ محض بایں معنیٰ خاتم النبیّین ہی نہیں کہ آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ آپ (معاذ اللہ) اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ و افضل ہیں کہ آپ کا زمانہ آخر تھا، تو اس لحاظ سے زمانہ سے اکتسابِ فضیلت ہوا۔ گویا زمانہ کی افضلیت سے آپ کی افضلیت ثابت ہوئی حالانکہ آپ کی وجہ سے زمانہ کو شرف حاصل ہوا ہے، زمانہ کی وجہ سے آپ کو شرف حاصل نہیں ہوا۔

اور فرماتے ہیں کہ ہے تو ہرگز نہیں لیکن اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی آ جائے اور فرض کیجیے کہ کسی کو آپ کے بعد بھی نبوّت مل جائے تب بھی آپ کی ختم نبوّت چونکہ

مرتبی ہے جس کے اُوپر اور کوئی مرتبہ نہیں اس لیے آپ کی ختم نبوت پر کوئی اثر اور زد نہیں پڑتی، کیونکہ ہر قسم کا مرتبہ آپ پر ختم ہے لہذا کوئی آپ سے پہلے آئے یا بعد کو آئے آپ کی ختم نبوت پر اس سے کیا حرف آتا ہے؟ اور اگر ان مراتب میں سے صرف ایک نہ لیا جائے بلکہ تینوں مراد ہوں تو تینوں ہی مطابقی طور پر ثابت ہیں نہ یہ کہ صرف ختم نبوت زمانی ہی مطابقی طور پر ثابت ہے کیونکہ یہ تو معلول ہے ختم نبوت مرتبی کے لیے اور صاف تصریح فرماتے ہیں کہ آپ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کرنا یا اس میں تامل کرنا کفر ہے۔

ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اپنی ناقص سمجھ کے مطابق حضرت نانوتویؒ کی بہت سی عبارات کا خلاصہ عرض کر دیا ہے، اب آپ حضرت نانوتویؒ کی اپنی عبارات ملاحظہ کریں اور پھر انصاف سے فرمائیں کہ حضرتؒ نے کیا ارشاد فرمایا ہے اور قادیانی اور بریلوی حضرات کیا کہتے ہیں، چنانچہ مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ۔

۱۔ قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل خاتم النبیین کے معنی معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاءِ سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت

باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی" الخ (تحذیر الناس ص۲،۳)

یعنی عوام تو آپ کی ختم نبوّت کو صرف ختم نبوّت زمانی ہی میں منحصر سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پوری فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوّت زمانی کے علاوہ آپکے لیے ختم نبوۃ مرتبی بھی ثابت کرنی چاہیئے جو دلیل مطابقی کے طور پر ہو (کیونکہ اس سے آپ کی مدح خوب عیاں ہوتی ہے اور ختم نبوّت زمانی دلیل التزامی کے طور پر ثابت ہے)۔

۲۔ "تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصّہ موصوف بالذّات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذّات سے مکتسب ہوتا ہے، موصوف بالذّات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذّات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ دلیل درکار ہے تو لیجیئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی" الخ (تحذیر الناس ص۳) یعنی ذاتی سے یہ مراد ہے کہ مثلاً آفتاب کا نور در و دیوار کا رہینِ منّت نہیں ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے فیض ہی سے مستغنی ہے۔

۳۔ سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خاتمیّت کو تصوّر فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوّت بالذّات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوّت بالعرض، اوروں کی نبوّت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوّت کسی اور کا فیض نہیں،

آپ پر سلسلۂ نبوّت مختتم ہو جاتا ہے، غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔" (تحذیر الناس ص۴)

۴۔ "اور اسی طرح اگر فرض کیجیے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں (جسمیں انسان آباد ہیں) یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اِس وصفِ نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلۂ نبوت بہرطور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے، جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہوگیا تو پھر سلسلۂ علم وعمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔" اھ (تحذیر الناس ص۱۲،۱۳)

۵۔ "ہاں اگر خاتمیت بمعنیٰ اوصافِ ذاتی بوصفِ نبوّت لیجیے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے، تو پھر سوائے رسولِ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور کسی کو افرادِ مقصودِ بالخلق میں سے مماثلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افرادِ مقدّرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔" اھ (تحذیر الناس ص۲۴)

قادیانی اور بریلوی حضرات نے حضرت حجۃ الاسلامؒ کی انہیں عبارات سے اجراءِ

نبوت اور تکفیر کا مسئلہ بزور کشید کیا ہے، صد افسوس اور انتہائی حیرت ہے کہ حضرت نانوتویؒ کی ان عبارت میں اگر فرض کیجئے اور بلکہ اگر بالفرض اور افراد مقدرہ وغیرہ کے الفاظ اور قیود کو مخالفین شیر مادر سمجھ کر ہڑپ اور ہضم کر گئے ہیں، حضرت مولانا نانوتویؒ تو ختم نبوت مرتبی کے اعلیٰ مقام کو ثابت کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اگر فرض کیجئے یا اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تب بھی آپ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں آتی، رہا یہ سوال کہ حضرت نانوتویؒ کے نزدیک آیا آپ کے بعد کوئی اور نبی آسکتا ہے؟ یا کسی کو نبوّت مل سکتی ہے؟ یا اس کا امکان شرعی پیدا ہو سکتا ہے؟ تو قضیہ شرطیہ اور فرضیہ سے اس کا ثبوت کیونکر ہوا؟ خود قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، ہم چند ایک عرض کیے دیتے ہیں۔

۱۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔ (پ۲۵۔ الزخرف ۸۱) — تو کہہ کہ اگر ہو رحمٰن کے واسطے اولاد تو میں سب سے پہلے (اسکو) پوجوں۔

چودہ سو سال سے تمام مفسّرین کرامؒ یہی سمجھتے اور بیان کرتے آئے ہیں کہ یہ محض جملہ شرطیہ ہے، اِس سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے امکانِ اولاد کا ثبوت مہیا نہیں کیا اور نہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کی ہے۔

۲۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (پ۱۷، الانبیاء ۲۰) — اگر ہوتے زمین و آسمان میں اور معبود اور حاکم سوائے اللہ تعالیٰ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

یہ بھی جملہ شرطیہ ہے جس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں کہ اگر بالفرض زمین و آسمان

میں بجز اللہ تعالیٰ کے اور الٰہ ہوتے تو یقیناً اُن کے باہمی تخالف و تضاد کی وجہ سے یہ کارخانہ درہم برہم ہو جاتا، نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور الٰہ تجویز ہو سکتے ہیں اور نہ کسی نے اس سے تعدّد آلہہ کا امکان ثابت اور پیش کیا ہے۔

۲۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اٹھارہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام لے کر اور باقی حضرات کا اجمالی طور پر تذکرہ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ، الانعام ۱۰) اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

غور فرمایئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شرک؟ آگ اور پانی سے بھی ان میں زیادہ تضاد ہے مگر محض فرضی طور پر شرک کی قباحت اور بُرائی بیان کرنے کے لیے ایسا ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے کوئی سر پھرا یہ ثابت کرنا چاہے کہ معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی شرک سرزد ہو سکتا ہے ایک نری حماقت اور خالص بے دینی ہو گی۔

۴۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بلاشبہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپکی طرف اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف یہ حکم بھیجا گیا کہ۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (پ ۲۴۔ الزمر ۷) اگر تو نے (اے محمدؐ) شرک کیا تو ضرور حبط ہو جائیں گے تیرے عمل اور بتاکید ہو جائینگے آپ نقصان اٹھانے والوں میں

جو بزرگ ترین ذات دُنیا میں مبعوث ہی اس خاطر ہو کہ کفر و شرک کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر توحیدِ خالص کا جھنڈا چار وانگِ عالم میں نصب کرے اس سے (العیاذ باللہ) شرک

صادر ہو؟ اور ہو تو کیوں کر ہو؟ مگر رب العزت نے مشرک کے اعمال کے حبط و اکارت ہونے کے لیے یہ فرمایا کہ اگر بالفرض سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھی شرک صادر ہو تو آپ کے اعمال بھی حبط ہو جائیں (معاذ اللہ) بدیگراں چہ رسد)

۵۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ (پ ۱۵، بنی اسرائیل ۱۰)

اور اگر ہم چاہیں تو لیجائیں اُس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی۔

کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نبوّت اور وحی مسلوب ہو سکتی ہے؟ اور آپ کو رسالت اور نبوّت سے معزول کیا جا سکتا ہے؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کسی مسلمان کے دِل میں اس کا ادنیٰ سا وہم بھی نہیں گذرتا۔ اس میں تو صرف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتائی ہے کہ جس طرح ہم آپ کو نبوّت دے سکتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو چھین بھی سکتے ہیں، اور اگر ایسا کریں تو ہمیں کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

کرنے اور کر سکنے میں بڑا بڑا فرق ہے، بے حد حیرت ہے کہ اہلِ بدعت اس واضح فرق سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے امکان نظیر اور خلف وعید وغیرہ کے مسائل میں بلاوجہ اہلِ حق سے اُلجھتے ہیں مگر ۔

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں ۔۔۔ اُسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

رجع الحدیث

ہم نے حضرت نانوتوی کی عبارت میں "اگر فرض کیجیے" اور "بلکہ اگر بالفرض" وغیرہ

فرضی اور شرطی جملوں کی وضاحت میں تھوڑی سی قرآنی تشریح عرض کر دی ہے تاکہ ایک طرف خانہ ساز نبوت کے دعویداروں کو حضرت نانوتویؒ کی عبارات کا صحیح مطلب معلوم ہو سکے اور دوسری طرف اہلِ بدعت اور شائقین تکفیر (بلکہ ٹھیکہ دارانِ تکفیر) کو بخوبی یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت نانوتویؒ نے کیا فرمایا ہے، اور انہوں نے شوقِ تکفیر میں کیا سے کیا کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد ہم حضرت نانوتویؒ کی اور عبارات ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

۶: "ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہو گا، پر ایک مراد ہو تو شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی، اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیالِ ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تأخر یا زمانی ہو گا یا مکانی یا مرتبی یہ تینوں نوعیں ہیں، باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس"۔ اھ

(تحذیر الناس ص۸)

۷۔ "سو خاتمیت زمانی یا اوّلیت زمانی کچھ کمال نہیں ورنہ زمانہ سے افضلیت کا استفاضہ ماننا پڑے گا یہ معنی ہوں گے، زمانہ اوّل (میں) آپ پیدا ہوئے وہ اشرف تھا آپ بھی اشرف ہوں گے سو یہ غلط (ہے) ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ زمین و زمان کون و مکان کو آپ سے شرف ہے، آپ کو ان سے شرف نہیں"۔ (مناظرہ عجیبہ ص۹۸)

۸: بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیجئے (تحذیر الناس) صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ

یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا۔"

(مناظرۂ عجیبہ ص ۵۰)

۹۔ جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اُوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اُس کے ماتحت ہوتے ہیں اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اُس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اُس پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں، ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اُوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اسلئے اسکے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہونگے اوروں کے احکام اسکے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے، اور اس لیے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اُوپر کے حاکم تک نوبت سب حکامِ ماتحت کے بعد میں آتی ہے اور اس لیے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے، چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا، کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہے"

(مباحثہ شاہجہان پور ص ۲۴، ۲۵)

۱۰۔ جو نبی رُتبہ میں سب میں اوّل ہوگا اس کا دین یعنی اُس کے احکام باعتبار زمانہ سب میں آخر رہیں گے کیونکہ ہنگامِ مرافعہ جو موقع نسخ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہے حاکم بالا دست کے حکم کی نوبت آخر میں آتی ہے۔" (قبلہ نما ص ۶۲)

۱۱۔ "تو لاجرم دین خاتم الانبیاء ناسخ ادیان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سردار انبیاء اور افضل الانبیاء ہوگا۔" (قبلہ نما ص۶۳)

۱۲۔ اور انبیاء کی نبوّت تو آپ کی نبوّت کا پرتو ہے پر آپ کی نبوّت پر قصّہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بات کو آپکے دین کا ناسخ الادیان ہونا اسی طرح لازم ہے جیسے آفتاب کے نور کا اور انوار کو محو کر دینا یا کھیتی میں بال (خوشہ) کا سب میں پیچھے ظاہر ہونا۔"

(تصفیۃ العقائد ص۳۰)

۱۳۔ "خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلّم ہے؛" (مناظرہ عجیبہ ص۳)

۱۴۔ "خاتمیّت زمانی اپنا دین ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔"

(مناظرہ عجیبہ ص۳۹)

۱۵۔ بالجملہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیش گوئیاں بھی اس قدر ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں، کسی صاحب کو دعویٰ ہو تو مقابلہ کرکے دیکھیں۔" (حجۃ الاسلام ۳۹)

۱۶۔ خداوندِ عالم نے یہ فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا اِن مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل انتساب حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے ورنہ میں کہاں اور یہ باتیں کہاں؟"

(قبلہ نما ص۸۸)

۱۷۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیّت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہیئے۔ کہ منکروں کے لیے گنجائشِ انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں

کے پاؤں جمائیے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔" (مناظرہ عجیبہ ص۵۰)

۱۸۔ مولانا نانوتوی اپنی تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب امروہی کے جواب میں تفصیلاً بحث فرماتے ہوئے یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

" مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی مگر ہاں آپ گوشۂ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں، اخبار بالعلۃ تکذیب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہوتا ہے، اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علّت یعنی خاتمیت مرتبی ذکر اور شروع تحذیر ہی میں اقتضائے خاتمیت مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ خاتم سے خاتم المراتب ہی مراد لیجئے اور خاتم کو مطلق رکھئے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں اس سے اسی طرح ثابت ہو جائیں گے جس طرح آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ میں لفظ رجس سے نجاست معنوی اور نجاست ظاہری دونوں ثابت ہوتی ہیں، اور اس ایک مفہوم کا انواعِ مختلفہ پر محمول ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (مناظرۂ عجیبہ ص۳۷)

۱۹۔ سو اگر اطلاق و عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالتِ التزامی ضرور ثابت ہے اِدھر تصریحاتِ نبوی مثل اَنْتَ مِنِّی

بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (او کما قال)

جو بظاہر بطرزِ مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظِ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدمِ تواتر الفاظ باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعدادِ رکعاتِ فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اُس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس (خاتمیت زمانی) کا منکر بھی کافر ہوگا۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

۲۔ "یہ اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تأمل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۰۳)

(اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ)

قارئینِ کرام! یہ سب عبارات حجۃ الاسلام قاسم الخیرات والعلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ہیں جو ہم نے باحوالہ بقیدِ حروف نقل کر دی ہیں، اگر اس ساری تفصیل کے بعد بھی کوئی متعصّب یہ کہے کہ مولانا نانوتویؒ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خاتم النبیین اور آخر الزمان نبی تسلیم نہیں کرتے یا آپ کی ختم نبوت زمانی کی تغلیط کرتے ہیں یا عامۃ المسلمین کے عقیدۂ ختم نبوّت زمانی کے منکر ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد کسی اور نبی کی نبوّت کے قائل ہیں یا اُن کے نبی ہونے کا احتمال ہے، یہ اور اس قسم کے جتنے الزامات واتّہامات حضرت نانوتویؒ پر

قادیانی اور اہلِ بدعت حضرات کی طرف سے لگائے جاتے ہیں اور پھر اس مظلوم کی تکفیر کی جاتی ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی ظلم ہو گا؟ اور کیا اس سے بڑھ کر شدید جھوٹ، خالص افترار اور صریح بہتان بھی کوئی اور ہو سکتا ہے؟ مگر حیرت اور افسوس ہے کہ قہار اور جبار کے عذاب اور گرفت سے بے نیاز ہو کر یہ سب کچھ دنیا میں ہوا اور ہو رہا ہے، کوئی ان کو ختمِ نبوت زمانی کا منکر قرار دے کر معاذ اللہ کافر کہنے کو دین کی خدمت اور ملت کی ترقی کا راز سمجھتا ہے اور اسی میں لذت اور سرور محسوس کرتا ہے اور کوئی خانہ ساز نبوت کے اجرائے کے لیے ان کی عبارات سے ناجائز اور حرام فائدہ اٹھاتا ہے اور تعجب ہے کہ اس پر اپنے بے بنیاد مذہب اور مسلک کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور ان کی تکفیر کے لیے نعرۂ تکبیر و رسالت و غوثیہ کی گونج میں عوام سے دادِ تحسین حاصل کی جاتی ہے۔ اور اس پر بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لب کشائی نہ کریں۔ آہ ؎

صدائے نالۂ دِل پر خموشی کس کا شیوہ ہے
تو ہی کہہ دے کہ پتھر کا جگر تیرا ہے یا میرا

خشتِ اوّل

حضرات اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کی تکفیر اور حضرت نانوتویؒ کی تکفیر کی پہلی مشق مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے کی ہے، چنانچہ خانصاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب حسام الحرمین صنا میں کمال چابک دستی اور نہایت ہوشیاری سے حضرت نانوتویؒ کا نام لے کر تحذیر الناس کا حوالہ دے کر ان کی تکفیر کی تمہید باندھی ہے اور تحذیر الناس ص۱۴

پھر ص۲۴ اور پھر ص۲ کی عبارت کو ایک خاص ترتیب سے ملاکر بقول شخصے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا، بزعم خود ایک عجیب کفریہ مضمون ایجاد و اختراع کیا ہے اور پھر دل کھول کر ان کی تکفیر کی ہے (معاذ اللہ) اور دوسرے مقام پر اکابر علماء دیوبند کی بعض عبارات کا مطلب غلط لے کر اور اپنی طرف سے ان کے عقائد اختراع کرکے ان میں سے ایک عقیدہ یہ بھی لکھا ہے (جو غالباً حضرت نانوتویؒ کے سر تھوپا) کہ

" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے پچھلے نبی نہیں اُن کے بعد اور نبی ہو جائے تو حرج نہیں " انتہیٰ بلفظہ۔ (حسام الحرمین ص۶۷)

یہ ہے بانیٔ فرقہ کی دیانت وانصاف اور اس پر شوقِ تکفیر جس کو ان کے اتباع اور پیرو کار متاعِ عزیز کی طرح پلّے باندھے پھرتے ہیں اور منبروں اور سٹیجوں پر کتابیں کھول کھول کر حوالے دیتے ہیں اور یہ اختراعی عقائد اخبارات ورسائل میں سرخیاں قائم کر کر کے لکھے جاتے ہیں۔ اور بعض مدارس میں ان عبارات کی باقاعدہ مشق کرائی جاتی ہے اور مناظرہ کے لیے اُن کو مبنیٰ اور سنگِ بنیاد ٹھہرایا جاتا ہے، کیا اِن لوگوں کو مرنا یاد نہیں ؟ کیا قبر کا نقشہ ان کے سامنے نہیں ؟ کیا میدانِ محشر کے ہولناک مناظر کا ان کو یقین نہیں ؟ کیا اللہ تعالیٰ کی سچّی عدالت میں پیش ہونے کا سبق ان کو کسی نے نہیں دیا ؟ کیا نیکی اور بدی کے محاسبہ کا درس انہوں نے کہیں نہیں سُنا ؟ کیا جنّت و دوزخ پر ان کا ایمان نہیں ؟ کیا کسی پر افتراء وبہتان تراشنے کے گناہ کا حکم ان کو کسی نے نہیں بتلایا ؟ کیا بدظنّی اور بدکلامی کی بُرائی ان کو معلوم نہیں ؟ کیا تکفیرِ مُسلم

کے وبال و گناہ کا ان کو علم نہیں؟ کیا فقہاء کرامؒ کا یہ فتویٰ اُن کے پیش نظر نہیں کہ اگر کسی کلمہ میں سو احتمالات پیدا ہوں ننانوے[99] کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا ہو تب بھی اس کے قائل کی تکفیر نہیں کرنی چاہیئے ممکن ہے کہ اُس نے اسلام ہی کا پہلو مُراد لی ہو، (ہاں اگر وہ قائل خود کفر والا معنیٰ ہی متعین کرے تو پھر اس کی تکفیر میں تامل نہیں کیا جا سکتا ورنہ متامل خود کافر ہو جائے گا۔) اور یہاں حال یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ تو پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ نبوت ختم زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جس طرح تعداد رکعات فرائض اور وتر کا منکر کافر ہے، اور صاف و صریح الفاظ میں اپنا عقیدہ یہ لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں،

جو اس میں تامل کرے میں اس کو کافر سمجھتا ہوں" (ملاحظہ ہو ۱۹ اور ۲۰ کا حوالہ)

مگر پھر بھی بریلوی حضرات ان کو کافر کہنے سے باز نہیں آتے، اگر ان حضرات کی تکفیر کا کوئی خاص مشن اور منصوبہ نہیں بلکہ محض فقیہانہ انداز میں مسئلہ ہی ہے، تو دیگر اکابر دیوبند کی طرح حضرت نانوتویؒ کی تکفیر کی بھی قطعاً کوئی وجہ نہیں، اگر کسی کو محض غلط فہمی ہے تو اس پیش کردہ تفصیل کے بعد بالکل رفع ہو جانی چاہیئے، اور اگر اس کے بعد بھی وہ حضرات تکفیر سے باز نہیں آتے تو ہر منصف مزاج اور سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس تکفیر کی تہ میں کیا راز مضمر ہے جو بلا وجہ کی جا رہی ہے اور جماعتی رنگ میں کی جا رہی ہے؟ اور اس تکفیر کی کس دور میں اور کن حالات میں ابتداء ہوئی؟ اور اب اس کو کیوں نبھایا جا رہا ہے؟ ہم تو اس کے بغیر اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اے مکفرین حضرات کب تک تکفیر کرتے رہو

گے، آخر ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں حق و باطل آئینہ کی طرح بالکل نمایاں ہو جائے گا اور اپنے غلط افکار و نظریات پر پچھتانا پڑے گا ؎

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ۔۔۔ کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

دوسرا الزام

کیا اُمّتی اعمال میں نبی کے برابر ہو سکتے ہیں یا بڑھ سکتے ہیں؟

اِس سے قبل کہ ہم حضرت نانوتویؒ کی وہ عبارت پیش کریں جس کی وجہ سے بریلوی حضرات نے خوب دل کی بھڑاس نکالی ہے بطور تمہید ایک مختصر سی مگر اصُولی بات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں، غور سے ملاحظہ کریں۔

حضرت ابُوسعید الخدریؓ (المتوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی اُمّت کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

لَا تسبوا اصحابی فلو انّ احدکم انفق مثل اُحدٍ ذهبًا ما بلغ مُدّ احدهم ولا نصیفه۔ (بخاری ج۱ ص۵۱۸، مسلم ج۲ ص۳۱۰، مشکوٰۃ ج۲ ص۵۵۳)

میرے صحابہؓ کو بُرا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو صحابہؓ میں سے کسی کے مُد اور کسی کے نصف مُد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اور حضرت ابُوہریرہؓ (المتوفٰی ۵۷ھ) کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فوالّذی نفسی بیدہٖ کے الفاظ سے قسم اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا کہ میرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہو الخ (مسلم ج۲ ص۳۱۰)

مُد تقریباً پندرہ چھٹانک وزن کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر عام اُمتیوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ بھی سونے کا راہِ خدا میں صرف کر دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کوئی صحابی مُد بھر گندم اور جَو وغیرہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے تو اُمتیوں میں سے کسی کا اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی صحابی کے مُد اور نصف مُد کو نہیں پہنچ سکتا، اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص للّٰہیت اور قلبی کیفیّت حضرات صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی وہ اور کس کو حاصل ہو سکتی ہے؟ اور اسی اخلاص قلبی اور علمی کیفیّت سے اعمال کا وزن بڑھتا ہے، حالانکہ اُحد کا پہاڑ ظاہری طور پر مُد بھر وزن سے کروڑ در کروڑ درجے بڑا ہے اور اس ظاہری بڑائی اور تفاوت کا بغیر کسی احمق اور نادان کے اور کون انکار کر سکتا ہے؟ جب اُمتی اور اُمتی کے عمل کا اندرونی اور قلبی کیفیّت کی وجہ سے یہ فرق اور تفاوت ہے تو غور فرمایئے کہ نبی اور اُمتی کے اعمال کا یہ فرق و تفاوت کس قدر ہوگا؟ اور پھر نبی بھی وہ جو صرف نبی الاُمّت ہی نہ ہو بلکہ نبی الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) بھی ہو؟ اس فرق و تفاوت کا بجز پروردگار کے کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ اور اسی فرق اور تفاوت سے نبی اپنی ساری امّت پر بھاری ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ) غفاریؓ (المتوفّٰی ۳۲ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے ایک خاص سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے، ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان فضا میں ٹھہرا رہا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے

نے کہا ہاں وہی ہیں، تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ وزن کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ میں بھاری نکلا، اس نے کہا کہ ان کو دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو میں ان پر بھی بھاری رہا۔ پھر سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرنے کو کہا گیا اور میرا سو کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں ان پر بھی بھاری رہا۔ پھر کہا گیا کہ ان کو ہزار آدمی کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ مجھے ہزار کے مقابلہ میں تولا گیا تو میں وزنی ثابت ہوا، اور جب ترازو کی ڈنڈی اٹھائی گئی تو میرا پلڑا تو زمین سے نہ اٹھا اور دوسری طرف کا پلڑا جب اٹھا تو سب کے سب ان کے وزن کے کم ہونے کی وجہ سے بکھر کر نیچے گر پڑے، اس پر ان میں سے ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا کہ۔

لَوْ وَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا — اگر ان کو تمام امت کے ساتھ بھی تولو گے تو بھاری ہوں گے۔

(دارمی ص۶ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۵)

غور فرمایئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ساری اُمّت پر بھاری ہیں کیوں؟ محض اس لیے کہ جو علمی اور قلبی کیفیّت اور انوار باری تعالیٰ کے مشاہدات اور تجلیّات کا مقام آپ کو حاصل تھا وہ اور کس کو حاصل ہوا؟ یا حاصل ہو سکتا ہے؟ مگر بایں ہمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ظاہری طور پر کوئی اُمّتی کسی ظاہری عمل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے برابر ہو جائے یا بڑھ جائے۔ متواتر قسم کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ پانچ نمازیں معراج کی رات فرض ہوئی ہیں (جو راجح قول اور صحیح روایت کی بنا پر نبوّت کے گیارہویں سال قرار پائی ہے) اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرضی

نمازیں تقریباً تیرہ ۱۳ سال پڑھی ہیں اور اس گئے گذرے زمانہ میں بھی آپ کو ہزاروں نیک بندے ایسے ملیں گے جنہوں نے ساٹھ ساٹھ سال تک باقاعدہ فرضی نمازیں پڑھی ہیں، اب بظاہر تیرہ سال کی فرضی نمازوں سے تعداد اور گنتی سے ساٹھ سال کی نمازیں تو بہر حال زیادہ ہیں اور اس لحاظ سے اُمّتی بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بڑھ گئے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نماز کے مقابلہ میں اُمّت کی ساری نمازیں توازن و تقابل میں پیش ہو سکتی ہیں؟ کیونکہ جو قلبی مشاہدہ اور اخلاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حاصل تھا جس سے اعمال کا وزن بڑھتا ہے وہ اور کس کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اور اس مقام میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

لیکن اِس بدیہی امر کا کون انکار کر سکتا ہے، اور اگر انکار کرے تو اس کو باور بھی کون کرتا ہے کہ ساٹھ سال کی نمازیں تیرہ سال کی نمازوں سے زیادہ نہیں ہوتیں اسی طرح جمعہ کی نماز کی فرضیّت صحیح قول میں ۱ھ میں ہوئی ہے (ملاحظہ ہو طبری ص ۱۲۵۶) اِس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی نمازیں صرف دس سال پڑھی ہیں اور اس وقت بھی لاکھوں مسلمان آپ کو ایسے ضرور ملیں گے جنہوں نے اگر اور نمازیں نہ پڑھی ہوں تو جمعہ کی نماز تو بالالتزام پچاس پچاس سال تک پڑھی ہو گی، اب بظاہر دس سال کی نماز جمعہ سے پچاس سال کی نماز جمعہ تو یقیناً زیادہ ہے اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر اپنے باطنی اثر اور درجہ کے لحاظ سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ایک ہی نماز جمعہ تمام اُمّت کی جمعہ کی نمازوں پر بھاری ہے
وعلیٰ ہذا القیاس رمضان مبارک کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے اور اسی سال
عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا۔ اس اندازہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
نے صرف نو۹ سال رمضان شریف کے روزے رکھے، اور نو۹ سال ہی عیدین کی نماز پڑھی
مگر اس وقت بھی بے شمار مسلمان آپ کو ایسے نظر آئیں گے جنہوں نے پچاس پچاس
اور ساٹھ ساٹھ سال تک رمضان شریف کے روزے رکھے اور عیدین کی نمازیں پڑھی
ہیں تو ظاہری طور پر اُمّت کے یہ اشخاص وافراد ان اعمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلّم سے بڑھ گئے، مگر معرفتِ خداوندی کی اندرونی کیفیت اور وَاَنْ تَعْبُدُ
اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کا جو بلند مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حاصل تھا وہ اور
کس کو نصیب ہو سکتا ہے؟ کیونکہ آپ کا ایک ہی فرضی روزہ اور ایک ہی عید کی نماز
ساری اُمّت کے تمام فرضی روزوں اور زندگی بھر کی عید کی نمازوں سے وزنی ہے اور اس
کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

یہ چند مثالیں ہم نے نماز اور روزہ وغیرہ کی محض بات کو واضح کرنے کی خاطر عرض
کی ہیں، ورنہ بے شمار عبادات وطاعات ایسی ہیں جو نزولِ قرآنِ کریم وحدیث شریف
کے بعد فرض وواجب ہوئیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان پر صرف چند
سال عمل کیا جب کہ آپ کی اُمّت میں سے بہت سے حضرات ان پر نصف صدی
بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک عمل کرتے رہے اور اس دورِ انحطاط میں بھی کرتے ہیں

اور اس ظاہری لحاظ سے ان فرضی اور واجبی طاعات کی گنتی اور تعداد کی وجہ سے اُمتی نبی سے بڑھ گئے پر باطنی کیفیت سے بڑھنا بلکہ برابر ہونا تو رہا الگ، آپ کی ایک طاعت اور عبادت کے مقابلہ میں بھی ساری اُمت کی جملہ طاعات اور عبادات کوئی وقعت نہیں رکھتیں. کیونکہ جو جاندار اور شاندار عمل اور مقبول خدا بندگی نبی اور رسول کر سکتا ہے وہ اور کس کی قسمت میں ہو سکتا ہے، اس لیے کہ ؎

قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

پھر نبی بھی وہ جو صرف نبی الاُمت ہی نہ ہو بلکہ نبی الانبیاء بھی ہو جس کے رتبہ اور شان میں مثیل نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ قیامت تک وجود میں آسکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم قارئین کرام کی خدمت میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ کی چند عبارات پیش کرتے ہیں جن میں بعض عبارات پر بریلوی حضرات نے بڑی لے دے کی ہے حتی کہ حضرت مظلومؒ کی تکفیر سے بھی نہیں چوکے، اور (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ، بے ادب اور توہین کرنے والا ثابت کرنے کے بے خطا ہتھیار کہ سے ان کا تعاقب کیا ہے چنانچہ مولانا موصوفؒ لکھتے ہیں .

(۱)۔ " اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں بالعرض ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں سے نہیں الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں، ایک کمال علمی اور دوسرا کمال عملی اور بناء مدح کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا

کمال عملی، انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھیے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائیے، دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء اُمتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصفِ شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصافِ غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔ مرزا جانِ جاناں صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ علم میں، وجہ اسکی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر تو انکی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے انکا علم یا انکی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو؟ بہرحال علم میں انبیاء اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۴، ۵)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ کی وجہ سے فریقِ مخالف نے حضرت نانوتویؒ مظلوم کو بہت کوسا ہے اور بیحد جلی کٹی سنائی ہیں اور آئے دن بریلوی حضرات کے مقرر اس عبارت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے سناتے اور ہنگامہ برپا کرتے رہتے ہیں اور سامعین حضرات بھی ذرا یہ تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ انکے ہاتھ سے کتاب لے کر آگے پیچھے کی ساری عبارت پڑھیں اور صحیح مطلب سمجھ سکیں اور اپنے وقت کے اولیاء اللہ

اور اسلام کے ظاہری محافظوں سے بغض و کینہ رکھ کر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ نہ بنیں اور حدیث قدسی من عادیٰ لی ولیا (الحدیث) کی زد سے بچیں، مگر افسوس کہ جن حضرات نے یہ قسم ہی اٹھا رکھی ہو کہ ہم نے علماء دیوبند کو اچھا نہیں کہنا اور انکی صحیح اور مبنی بر انصاف عبارات کا مطلب ہی بگاڑ کر عوام کو ان سے بدظن کرنا ہے، تو اس کا بھلا کسی کے پاس کیا علاج ہے؟ اور اس جہان میں کون اس کا علاج کر سکتا ہے؟ اور اس کا علاج بھی کب ہوا ہے؟ حالانکہ نفس امارہ کے علاج کی ہر وقت کوشش اور سعی کرنا ضروری ہے اور ایک لمحہ بھر کیلئے اسے آزاد نہ چھوڑنا چاہیئے ورنہ وہ لاعلاج ہو جائے گا۔

علاج نفس ظالم زود ہنگام جوانی کن — کہ ایں مار سیاہ چوں پیر گردد اژدہا گردد

(۲) "خود انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ و ریاضت میں اُن سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اسکی بجز شرف علم و تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں بوجہ عبادت و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا، اس لیے معجزات علمیہ معجزات عملیہ سے کہیں زیادہ (افضل و بہتر مقدم) ہوں گے۔" (حجۃ الاسلام صـ۲۸)

یعنی مثلاً قرآن کریم جوامع الکلم اور اخبار غیب کے معجزات حسی معجزات سے اعلیٰ ہی ہونگے۔

(۳) "اور اس لیے بعد لحاظ اس امر کے علم اور کمالات کے حق میں منشاء اور اصل ہے اور نیز جملہ کمالات میں خاتم الانبیاء کو اصل اور مصدر ماننا لازم ہے جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عالم امکان میں کمالات علمی ہوں یا کمالات عملی دونوں میں خاتم الانبیاء اصل اور مصدر ہے اور سوا اس کے جو کوئی کچھ کمال رکھتا ہے وہ دریوزہ گر خاتم الانبیاء ہے۔" (قبلہ نما صـ۶۴)

۴۔ "القصہ کمال علمی کمال محمدی ایسا لاثانی ہے کہ بجز اہلِ تعصب اور سوائے جاہلانِ کم فہم اور کوئی اُس کا منکر نہیں ہو سکتا جب کمال علمی اور اور کمال عملی دونوں میں آپ یکتا نکلے تو پھر آپ خاتم نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟" (قبلہ نما صـ۶۷)

۵۔ "مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے، کسی کا دس گنا اجر ہے، کسی کا سات سو گنا، کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ اصحابِ اعمال کی فضیلت بوجہ اعمال ہے، جتنا اُن میں تفاوت ہوگا اتنا اُن میں" اھ (آبِ حیات صـ۱۸۲)

۶۔ "علاوہ بریں مابہ الامتیاز انبیاء علیہم السلام و امم علم و جہل ہوتا ہے عمل و عدم عمل نہیں ہوتا۔ ظاہر اعمال میں اکثر اُمتی انبیاء سے برابر ہو جاتے ہیں، بلکہ بہت سے اُمتی بڑھ جاتے ہیں چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی عبادات اور مجاہدینِ اُمت کے مجاہدات کے موازنہ سے یہ بات واضح ہے اور فرق باطنی اعمال اعنی تفاوت اخلاص کیلئے بڑا سبب معرفت ذات و صفات و عواقب عبادات و سیئات ہوتی ہے جسکا ماحصل وہی کمال علم ہے" الخ (آبِ حیات صـ۱۵۲)

دیکھئے کسطرح حضرت نانوتویؒ نے تصریح فرمادی ہے کہ فرق اعمال کے باطنی اخلاص سے ہوتا ہے جس کا ماحصل علم ہے اور وہ تصریح کرتے ہیں کہ اس کمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی ثانی نہیں اور آپ اسمیں یکتا ہیں اور اس سے اعمال میں جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ بالکل عیاں ہے جس کو حضرت نانوتویؒ صـ۵ میں دیئے گئے حوالہ کے رُو سے زمین و آسمان کے فرق سے تعبیر کرتے ہیں

۷۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے برعکس اُمت کے بیک وقت چار سے زیادہ نکاح کے جائز ہونے کے عقلی دلائل بیان کرتے ہوئے اور آپ کا مقام ذکر کرتے ہوتے فرماتے ہیں کہ۔

"پھر اُمید مساوات مابین سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور مابین مومنین و مومنات منجملہ اضغاثِ احلام اور خیال واہیات سے ہے۔" اھ (آبِ حیات ص۱۸۴)

یعنی اُمتی اگر بظاہر اعمال میں بڑھ سکتے ہیں تو وہ اعمال ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت میں شامل نہیں ہیں، مثلاً چار سے زیادہ ازواجِ مطہرات رض کا آپ کے لیے بیک وقت حلال ہونا آپ کی خصوصیت تھی، اُمتی اس عمل میں ظاہری طور مساوات سے سرے سے مجاز ہی نہیں چہ جائیکہ (معاذ اللہ) بڑھ جائیں۔

یہ تمام عبارات باحوالہ صفحات و کتب ہم نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رح ہی کی پیش کی ہیں تاکہ ہر ایک منصف مزاج آدمی کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے کہ بریلوی حضرات کس دیدہ دلیری سے حضرت نانوتوی رح کی عبارات کو خانہ ساز مطلب کا لباس پہنا کر اُن کو کوستے اور اُن پر توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر برساتے ہیں اور صد افسوس ہے کہ وہ نہ خود عبارات کا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ عوام کو سمجھنے دیتے ہیں بلکہ اہلِ حق کے لیے عرصۂ حیات تنگ کرنے کے درپے ہیں، اور اس جہان میں ایسا ہوتا ہی آیا ہے کہ ؎

باغ میں زاغ و زغن کے آشیاں دیکھا کیے　　اور بلبل کو قفس میں نوحہ خواں دیکھا کیے

امام فخر الدین محمد رازی رح (المتوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں۔

وقد نجد في الامۃ من ھو اطول عمرا واشد اجتھادًا من النبي صلی اللہ علیہ وسلم وھو منہ ابعد في الدرجۃ من العرش الی ما تحت الثری۔ (تفسیر کبیر ص۲۱۸ ج۲۲)

اور بلاشبہ ہم اُمت میں ایسے لوگ بھی پاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ اور آپ سے زیادہ عبادۃ میں محنت کرنیوالے ہیں لیکن درجہ میں وہ آپ سے اتنے دور ہیں جتنا عرش سے ماتحت الثریٰ ہے۔

فریقِ مخالف اس عبارت کے پیشِ نظر امام رازی رح پہ کیا فتویٰ لگاتا ہے۔

تعلیم یافتہ حضرات سے التماس: تعلیم یافتہ حضرات سے یہ التماس ہے کہ وہ از خود حضرت نانوتوی رحؒ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کی کتابیں پڑھیں اور غور و فکر کے بعد انصاف سے یہ دیکھیں کہ کیا ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کی یا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی یا علماء اسلام کی توہین اور گستاخی کی ہے ؟ یا کسی اسلامی عقیدہ اور عمل سے سر مو بھی تجاوز کیا ہے ؟ یا قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ حنفی کے خلاف کچھ کہا ہے ؟ اگر پورا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کے بعد آپ انصاف و دیانت سے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ واقعی انہوں نے ایسی چیزوں کا ارتکاب کیا ہے تو بلاشک آپ ان حضرات سے بغض اور عداوت رکھنے کے مجاز ہیں کیونکہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ایمان کی واضح اور روشن علامات میں سے ہے اور اگر آپ کو ان حضرات کے تمام عقیدے، اعمال اور اخلاق عین اسلام کے مطابق نظر آئیں اور یقیناً ان کی کتابوں سے آپ کو ایسا ہی نظر آئے گا تو پھر حدیث قدسی مَنْ عادیٰ لی ولیا (الحدیث) بھی ضرور پیش نظر رکھیں کیونکہ یہ ہر آدمی کی آنیوالی مابعد الموت زندگی کا معاملہ ہے باقی رہے متعصب اور زراندوز مولوی تو یقین جانیئے کہ وہ آپ کو کبھی نہ سمجھنے دیں گے کیونکہ اگر آپ حقیقت کی تہ کو پہنچ گئے تو ان کے لیے آپ کو ورغلانا اور اندھیرے میں رکھنا بہت ہی مشکل ہو جائیگا اور یہی سودا ان کیلئے مہنگا ہے ان کی قلبی خواہش ہی یہی ہے اور ہمیشہ سے رہی ہے کہ عوام الناس کو اہل حق سے متنفر دلا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا جائے اور اپنے نفسی میلانات کے لیے مزید سے مزید سہولت مہیا کی جائے اور یہ بات نفس الامر کے عین مطابق ہے کہ مذہبی طور پر جس قدر اور جتنے فتنے بھی سرزمین پہ برپا ہوئے ہیں وہ تین طاقتوں اور قوتوں کی دسیسہ کاری اور مکاری سے برپا ہوئے ہیں حضرۃ امام ابو حنیفہ رحؒ کے شاگرد رشید امام عبداللہ بن المبارک رحؒ نے ان کی نشاندہی یوں کی ہے ؎

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ — وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

یعنی دین کو بگاڑنے والے یہی تین گروہ ہیں، بادشاہ علماء سوء اور پیرانِ بدکردار موصوفؒ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سو فیصد صحیح اور درست فرمایا ہے دین کے بگاڑنے کے یہی تین گروہ ذمہ دار ہیں اور علماءِ حق پر ظلم و زیادتی کے ناحق فیصلے بھی انہی کے رموز و اشارات کے بل بوتے پر ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اپنے مقام پر حق اور ثابت ہے کہ۔

ولایزال طائفۃ من امتی منصورین لایضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ (الحدیث) (ترمذی ص ۴۲ ج ۲ وقال حسن صحیح و مشکوٰۃ ص ۵۸۲ ج ۲)

میری اُمت میں ایک طائفہ اور گروہ ضرور ایسا رہیگا جو مظفر و منصور رہیگا اور تا قیامت اس کو اس کے دشمن اور رسوا کرنیوالے ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔

اس صحیح حدیث سے روزِ روشن کی طرح یہ امر عیاں ہے کہ قیامت تک اہلِ حق کا گروہ حق پر قائم و دائم رہیگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نصرۃ و امداد ہوتی رہے گی، اور اس طائفہ کے مخالف اور دشمن اس کو نیچا دکھانے کیلئے جتنے بھی حربے استعمال کریں گے بفضلہ تعالیٰ اس طائفہ کو اس سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان آجتک پورا ہوا اور قیامت تک انشاء اللہ العزیز پورا ہوتا رہیگا اور سلف صالحین کا وہ نیک گروہ جو دنیا سے جا چکا سو جا چکا آنیوالوں کو اُن کے نقشِ قدم پر چل کر ہی رضائے الٰہی نصیب اور حاصل ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسلاف کے پیرو بنائے اور دین کے بگاڑنے والوں سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین

والتوفیق بید اللہ تعالیٰ وحدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وجمیع متبعیہٖ الیٰ یوم الدین۔

احقر الناس، ابو الزاھد محمد سرفراز